UNIVERSAL
LIBRARY
OU_226362
UNIVERSAL
LIBRARY

ازالۃ الغین

عن

OSMANIA UNIVERSITY
COLLEGE LIBRARY.

ذی القرنین

مولفہٗ

عالیجناب ڈاکٹر سر سید احمد خاں مرحوم کے۔سی۔ایس۔آئی۔ایل ایل ڈی؛

جس کو محمدن کالج بک ڈپو نے

بار دوم

مطبع ریاض ہند علی گڑھ میں طبع کرایا

سنہ ۱۹۱۰ع

مالک مطبع محمد عنایت خاں و پبلشر میر ولایت حسین صاحب سیکنڈ ماسٹر و آنریری مینجر بک ڈپو مدرستہ العلوم علی گڑھ

بک ڈپو مدرسۃ العلوم علیگڑھ

نپولین اعظم۔ نپولین اعظم شہنشاہ فرانس کے نام نامی سے ساری دنیا واقف ہی ہمکو زیادہ معرفی کی ضرورت نہیں یہ وہ شہنشاہ ہی جس نے ایک بڑے حصہ یورپ کو اپنا تابع فرمان بنالیا تھا اور یورپ کی بڑی بڑی طاقتوں کو ہلا دیا تھا۔ اس شہنشاہ کے عموماً اوصاف مافوق العادت تھے۔ ایسے متفرد انسان کے حالات زندگی کا مطالعہ علاوہ اُن بیش بہا تاریخی معلومات کے جو اواخر اٹھارویں صدی کے اور اوائل اُنیسویں صدی کے متعلق اس سے حاصل ہوتی ہیں بہت سے صفات انسانی کا عمدہ نمونہ پڑہنے والے کے سامنے پیش کرتا ہی اور اُس کو معلوم ہوتا ہی کہ انسان اپنی کوشش اور خداداد قابلیت سے کس درجہ کو پہنچ سکتا ہی اور کل من علیہا فان پر اس کا خاتمہ ہوتا ہی۔ اس شہنشاہ اعظم کی سب سے بہتر سوانح عمری انگریزی زبان میں ایبٹ صاحب نے لکھی ہی جسکا ترجمہ مولوی سید معین الدین صاحب اسسٹنٹ ماسٹر ہائی اسکول علی گڑھ نے کیا ہی اور انجمن ترقی اُردو نے اس ترجمہ کو پسند کر کے کالج بک ڈپو کو بادائے حق ترجمہ اجازت دی ہی کہ اس کو چار جلدوں میں شائع کرے۔ چنانچہ تین جلدیں ترجمہ مذکور کی نہایت خوشخط عمدہ ولایتی کاغذ پر مطبع سے آگئی ہیں۔ اور نپولین اعظم کا فوٹو جلد اول کے شروع اور اس زمانہ کے یورپ کا نقشہ آخر میں اضافہ کیا گیا ہی۔ قیمت جلد اول عہ۸ر

ایضاً ” دوم عہ۸ر

” ” سوم . . . . عہ

فرانسیسی معلمہ یعنی تربیت اولاد کا ایک دلچسپ قصہ قیمت ۸ر

پرشیا کا گلدان۔ یعنی سچائی کی کامیابی کی ایک دلچسپ حکایت قیمت ۴ر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی لہ الملک والملکوت ولہ الکبریاء والجبروت والصلوٰۃ والسلام

علی رسولہ محمد خاتم النبیین وعلی اٰلہ الطاہرین واصحابہ اجمعین

اس رسالہ میں میرا قصد ہی کہ سدّ یاجوج ماجوج کی نسبت جو قصہ ذوالقرنین کا قرآن مجید میں مذکور ہی اُس کو مورخانہ تحقیقات سے بیان کروں اور قرآن مجید کی آیتوں کو واقعی حالات سے مطابق کرکے دکھلاؤں کہ درحقیقت وہ قصہ کیا ہی اور جسقدر بے سند اور ناقابل قبول روایتیں ہماری کتابوں اور تفسیروں میں اُس کے ساتھ شامل کی ہیں اُنسے لوگوں کو آگاہ کروں اور جو حقیقت اُس قصہ کی ہی اُس کو کھول دوں اس لیے مینے اس رسالہ کا نام ازالۃ الغین عن ذی القرنین رکھا ہی اور خدا سے اُمید ہی کہ جیسا اس کا نام ہی ویسا ہی وہ ہوگا۔ واللہ المستعان۔

یسئلونک عن ذی القرنین

خدا نے اپنے پیغمبر سے کہا کہ "تجھ سے پوچھتے ہیں ذوالقرنین کا حال" اب مسلمان

تفسیر کبیر۔ (ویسئلونک عن ذی القرنین قل ساتلوا علیکم منہ ذکرا انا مکنا لہ فی الارض واٰتیناہ من کل شیٔ سببا فاتبع سببا) اعلم ان ھذا ھو القصۃ الرابعۃ من القصص المذکورۃ

بک ڈپو مدرسۃ العلوم علیگڑہ

نپولین اعظم۔ نپولین اعظم شہنشاہ فرانس کے نام نامی سے ساری دنیا واقف ہی ہمکو زیادہ معرفی کی ضرورت نہیں، یہ وہ شہنشاہ ہی جس نے ایک بڑے حصّہ یورپ کو اپنا تابع فرماں بنالیا تھا اور یورپ کی بڑی بڑی طاقتوں کو ہلا دیا تھا۔ اس شہنشاہ کے عموماً اوصاف ما فوق العادت تھے۔ ایسے متفرد انسان کے حالات زندگی کا مطالعہ علاوہ اُن بیش بہا تاریخی معلومات کے جو اواخر اٹھارویں صدی کے اور اوائل اُنیسویں صدی کے متعلق اس سے حاصل ہوتی ہیں بہت سے صفات انسانی کا عمدہ نمونہ پڑہنے والے کے سامنے پیش کرتا ہی اور اُس کو معلوم ہوتا ہی کہ انسان اپنی کوشش اور خداداد قابلیت سے کس درجہ کو پہنچ سکتا ہی اور کل من علیہا فان پر اس کا خاتمہ ہوتا ہی۔ اس شہنشاہ اعظم کی سب سے بہتر سوانح عمری انگریزی زبان میں ایبٹ صاحب نے لکھی ہی جسکا ترجمہ مولوی سید معین الدین صاحب اسسٹنٹ ماسٹر ہائی اسکول پیلی بھیت نے کیا ہی اور انجمن ترقی اُردو نے اس ترجمہ کو پسند کر کے کالج بک ڈپو کو بہ دلے حق ترجمہ اجازت دی ہی کہ اس کو چار جلدوں میں شائع کرے۔ چنانچہ تین جلدیں ترجمۂ مذکور کی نہایت خوشخط عمدہ ولایتی کاغذ پر مطبع سے آگئی ہیں۔ اور نپولین اعظم کا فوٹو جلد اول کے شروع اور اس زمانہ کے یورپ کا نقشہ آخر میں اضافہ کیا گیا ہی۔ قیمت جلد اول .... عہ/ ۸

ایضاً ۔ دوم .... عہ/ ۸

۔ ۔ سوم .... ۸/ ہے

فرانسیسی معلمہ یعنی تربیت اولاد کا ایک دلچسپ قصہ قیمت ۸/

پرنشیا کا گلدان۔ یعنی سچائی کی کامیابی کی ایک دلچسپ حکایت قیمت ۴/

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ا

الحمد للہ الذی لہ الملک والملکوت ولہ الکبریاء والجبروت والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمد خاتم النبیین وعلی آلہ الطاہرین واصحابہ اجمعین

اس رسالہ میں میرا قصد ہی کہ سد یاجوج و ماجوج کی نسبت جو قصہ ذوالقرنین کا قرآن مجید میں مذکور ہی اُس کو مورخانہ تحقیقات سے بیان کروں اور قرآن مجید کی آیتوں کو واقعی حالات سے مطابق کرکے دکھلاؤں کہ درحقیقت وہ قصہ کیا ہی اور جسقدر بے سند اور ناقابل قبول رولہ یتیں ہماری کتابوں اور تفسیروں میں اُس کے ساتھ شامل کی ہیں اُنسے لوگوں کو آگاہ کروں اور جو حقیقت اُس قصہ کی ہی اُس کو کھول دوں اس لیے مینے اس رسالہ کا نام ازالۃُ الغَین عن ذی القرنَین رکھا ہی اور خدا سے اُمید ہی کہ جیسا اس کا نام ہی ویسا ہی وہ ہوگا۔ واللہ المستعان۔

یسئلونک عن ذی القرنین

خدا نے اپنے پیغمبر سے کہا کہ "تجھ سے پوچھتے ہیں ذوالقرنین کا حال" اب مسلمان

تفسیر کبیر۔ ویسئلونک عن ذی القرنین قل ساتلو علیکم منہ ذکرا انا مکنا لہ فی الارض وآتیناہ من کل شیٔ سببا فاتبع سببا) اعلم ان ھذا ھو القصۃ الرابعۃ من القصص المذکورۃ

مورخوں اور مفسروں نے اس بات پر غور کرنی شروع کی کہ ذوالقرنین کون تھا۔
قرآن مجید میں یہ لفظ آیا تھا۔ انا مکنا لہ فی الارض۔ یعنی ہم نے اُس کو قدرت دی تھی زمین میں۔ اس لیئے اکثر مفسرین نے تسلیم کیا کہ وہ کوئی بہت بڑا بادشاہ تھا۔ اب یہ سوچ ہوئی کہ ایسا بڑا بادشاہ جس نے تمام دنیا کو مشرق سے مغرب تک لے لیا ہو کون تھا غالباً ایسا بادشاہ تو اُن کو کوئی نہیں ملا اس لیے اُنھوں نے تلاش کیا کہ سب سے بڑا بادشاہ کون ہوا ہی۔ تاریخ کی کتابوں کو ٹٹولا اور یہ قرار دیا کہ سکندر اعظم بن فیلقوس یونانی سب بادشاہوں میں بڑا بادشاہ تھا۔ کیونکہ جب اُس کا باپ فیلقوس مرا تو مملکت روم میں جو طوائف الملوکی تھی اُن سب کو مغلوب کرکے ایک سلطنت بنالی۔ پھر مغرب کے بادشاہوں کو مغلوب کیا اور بحر اخضر تک جا پہنچا۔ پھر وہاں سے پھرا اور مصر میں پہنچا اور وہاں اپنے نام پر اسکندریہ بنایا۔ پھر شام میں پہنچا اور بنی اسرائیل پر حملہ کیا اور بیت المقدس میں پہنچکر قربانی کی۔ پھر آرمینیہ اور باب الابواب میں آیا اور اہل عراق اور قبطی اور اہل بربر تک پہنچا۔ پھر دارا پر حملہ کیا اور اُس کو شکست دی اور فارس کے ملک پر قبضہ کرلیا۔ پھر ہندوستان اور چین پر چڑھائی کی

فی هذه السورة وفیها مسائل (المسئلة الاولی) قد ذکرنا فی اول هذه السورة ان الیهود امروا المشرکین ان یسالوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عن قصة اصحاب الکهف وعن قصة ذی القرنین وعن الروح فالمراد من قولہ ویسئلونک عن ذی القرنین هو ذلک السوال (المسئلة الثانیة) اختلف الناس فی ان ذی القرنین من هو وذکروا فیہ اقوالا (الاول) انہ الاسکندر بن فیلقوس الیونانی قالوا والدلیل علیہ ان القرآن دل علی ان الرجل المسمی بذی القرنین بلغ ملکہ الی اقصی المغرب بدلیل قولہ حتی اذا بلغ مغرب الشمس وجدها تغرب فی عین حمئة وایضا بلغ ملکہ اقصی المشرق بدلیل قولہ "حتی اذا بلغ مطلع الشمس" وایضا بلغ ملکہ اقصی الشمال بدلیل ان یاجوج وماجوج قوم من الترک یسکنون فی اقصی الشمال وبدلیل ان السد المذکور فی القرآن

اور دُور دُور کے ملکوں کو فتح کرتا ہوا خراسان میں آیا اور بہت سے شہر آباد کیے۔ اور پھر عراق میں آیا اور شہر زور میں بیمار ہو کر مر گیا۔

اب امام رازی صاحب فرماتے ہیں کہ جب **قرآن** سے ثابت ہوا کہ ذوالقرنین ایک ایسا شخص تھا کہ جس نے تمام زمین پر یا قریباً کل پر بادشاہت کی تھی اور علم تواریخ سے ثابت ہوا کہ ایسا بادشاہ سوائے سکندر کے اور کوئی نہیں ہوا تو اب بالیقین قرار پایا کہ **ذوالقرنین** سے مراد سکندر بن فیلقوس یونانی ہی۔ ھکذا فی تفسیر الکبیر۔

اس میں تو کچھ شک نہیں کہ جب **قرآن مجید** میں اُس بادشاہ کا نام نہیں بتایا بلکہ صرف اُس کے چند پتے بتائے ہیں تو ہر شخص کو اس پہیلی کے بوجھنے کا خیال پیدا ہوگا۔ مگر ہم کو افسوس ہی کہ امام صاحب نے اُس کو ٹھیک ٹھیک نہیں بوجھا نہ سکندر کے زمانے کی تاریخ اس بات کی شہادت دیتی ہی کہ وہ تمام دنیا پر مشرق سے مغرب تک بادشاہ ہو گیا تھا اور نہ وہ وہاں تک جہاں آفتاب طلوع اور غروب ہوتا ہی پہنچا تھا اور نہ دنیا کا جغرافیہ ان باتوں کی جن کا ذکر امام صاحب نے اپنی **تفسیر** میں کیا ہی تصدیق کرتا ہی اس لیے ہم کو جرأت ہوتی ہی کہ اپنے یقین سے یہ بات کہیں کہ امام صاحب نے جو **ذوالقرنین** سے اسکندر یونانی

یقال فی کتب التواریخ انه مبنی فی اقصی الشمال فهذا الانسان المسمی بذی القرنین فی القرآن قد دل القرآن علی ان ملکه بلغ اقصی المغرب والمشرق والشمال وهذا هو تمام القدر المعمور من الارض ومثل هذا الملك البسیط لاشك انه خلاف العادات وما کان کذلك وجب ان یبقی ذکره مخلدا علی وجه الدهر وان لا یبقی مخفیا مستترا والملك الذی اشتهر فی کتب التواریخ انه بلغ ملکه الی هذا الحد لیس الا الاسکندر وذلك لانه لما مات ابوه جمع ملوك الروم بعد ان کانوا طوائف ثم جمع ملوك المغرب وقهرهم وامعن حتی انتهی الی البحر الاخضر ثم عاد الی المصر فبنی الاسکندریة وسماها باسم نفسه ثم دخل الشام وقصد بنی اسرائیل وورد بیت المقدس

مراد لیا ہی محض غلط ہی۔ اب امام صاحب اس بات پر متوجہ ہوئے ہیں کہ سکندر کو ذوالقرنین
کیوں کہا ہی اور اس کی کئی وجہیں بیان کی ہیں ایک یہ کہ وہ قرنی الشمس تک یعنی
مشرق و مغرب تک پہنچا تھا اور ایک جھوٹی حدیث کسی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
پر بنائی ہی کہ سُمّی بِذِی القَرنَینِ لِانّہٗ طَافَ قَرنَیِ الدُّنیَا یعنی شرقہا وغربہا۔ غالباً اس
وجہ کے بیان کرتے وقت امام صاحب کا خیال ہی کہ زمین مربع ہی۔ اور اُس کا ایک کنارہ
مشرق ہی اور ایک کنارہ مغرب اور اُن کناروں سے آفتاب طلوع وغروب ہوتا ہے
لیکن اگر درحقیقت زمین گول ہی تو انسان مشرق و مغرب تک کیونکر پہنچ سکتا ہی۔ کیونکہ
آفتاب کا طلوع وغروب باعتبار افق کے کہا جاتا ہی۔ پس انسان جہاں تک چلا جاوے
افق بدلتا جاویگا اور مشرق و مغرب کی یکساں حالت رہیگی اور کبھی بھی مشرق و مغرب
تک نہ پہنچ سکے گا۔ اور اگر ہم بالفرض باعتبار کسی ملک کی افق کے یا بتخصیص ملک روم
کی اُفق کے جہاں سکندر کا دارالسلطنت تھا زمین کے نصف کرہ فوقانی کے ایک نقطہ
کو مشرق اور ایک کو مغرب قرار دیں تو بھی سکندر وہاں تک نہیں پہنچا تھا۔ پس یہ دلیل
جو وجہ تسمیہ کی بیان کی ہے سرتاپا غلط ہی۔

وذبح فی مذبحہ ثم انعطف الی ارمینیۃ وباب الابواب ودانت لہ العراقیون والقبط و
البربر ثم توجہ نحو دارا بن دارا وہزمہ مرات الی ان قتلہ صاحب حرسہ فاستولی الاسکندر علی
ممالک الفرس ثم قصد الہند والصین وغزا الامم البعیدۃ ورجع الی خراسان وبنی المدن الکثیرۃ
ورجع الی العراق ومرض بشہرزور ومات بہا فلما ثبت بالقرآن ان ذا القرنین کان رجلا ملک
الارض بالکلیۃ او ما یقرب منہا وثبت بعلم التواریخ ان الذی ہذا شانہ ما کان الا الاسکندر
وجب القطع بان المراد بذی القرنین ہو الاسکندر بن فیلقوس الیونانی ثم ذکروا فی سبب تسمیتہ
بہذا الاسم وجوہا (الاول) انہ لقب بہذا الاسم لاجل بلوغہ قرنی الشمس ای مطلعہا ومغربہا کما

ایک دلیل یہ بیان کی ہی کہ سکندر دارا کا بیٹا ہی نہ فیلقوس کا۔ فیلقوس نے اپنی بیٹی کی شادی دارا سے کردی تھی مگر دارا نے اسکو نکال دیا اور اسکے باپ کے گھر بھیجدیا لیکن وہ حاملہ ہوچکی تھی اپنے باپ کے گھر بیٹا جنی فیلقوس نے اسکو اپنا بیٹا بنا لیا اسکے ثبوت میں یہ دلیل بیان کی ہی کہ جب دارا زخمی ہوا اور سکندر اسکا سر گود میں لیکر بیٹھا تو سکندر سے نے دارا سے کہا کہ اے اباجان تمکو کس نے زخمی کیا۔ پھر سکندر اگر دارا کا بیٹا نہ ہوتا تو اسکو اباجان کیوں کہتا بس سکندر کا باپ تو دارا تھا اور اسکی ماں رومی تھی دو نسلیں مل گئیں اس لیے اسکو ذو القرنین کہا گیا۔

ایک یہ وجہ بیان کی ہی کہ اس کے وقت میں انسانوں کے دو قرن گزرے تھے مگر یہ نہیں بتایا کہ انسانوں کے دو قرن گزرنے سے کیا مراد ہی۔

ایک یہ وجہ بیان کی ہی کہ اسکے سر کی دو طرفیں تانبے کی تھیں کان صفحتا راسه من النحاس مگر اس کی کچھ تشریح نہیں کی کہ کان صفحتا راسه من النحاس سے کیا مراد ہی۔

ایک یہ وجہ بیان کی ہی کہ اس کے سر پر پیدایشی کوئی ایسی چیز تھی جو دو سینگوں کے مشابہ تھی غالباً اسی خیال سے لوگوں میں یہ بات مشہور ہوئی کہ سکندر کے سر پر دو سینگ تھے۔

لقب اردشیر بن بھمن بطول الیدین لنفوذ امرہ حیث اراد (والثانی) ان الفرس قالوا ان دارا الاکبر کان قد تزوج بابنة فیلقوس فلما قرب منها وجد منها رائحة منکرة فردھا علی ابیھا فیلقوس وکانت قد حملت منه بالاسکندر فولدت الاسکندر بعد عودھا الی ابیھا فبقی الاسکندر عند فیلقوس واظھر فیلقوس انه ابنه وھو فی الحقیقة ابن دارا الاکبر قالوا والدلیل علیه ان الاسکندر لما ادرک دارا بن دارا وبه رمق وضع راسه فی حجرہ وقال لدارا یا ابی اخبرنی عمن فعل ھذا لانتقم لک منه فھذا ما قاله الفرس قالوا وعلی ھذا التقدیر فالاسکندر ابوہ دارا الاکبر وامه بنت فیلقوس فھو انما تولد من اصلین مختلفین الفرس والروم وھذا الذی قاله الفرس انما ذکروہ لانھم ارادوا ان یجعلوہ من نسل ملوک العجم حتی لایکون ملک مثله من نسب غیر نسب ملوک العجم وھو فی الحقیقة کذب

ایک یہ وجہ بیان کی ہی کہ اُس کے تاج میں دو سینگ بنے ہوئے تھے

ایک یہ کہی ہی کہ اُس کی دو زلفیں تھیں اُن ہی کو دو سینگ کہا ہی۔

سب سے بڑی دلچسپ یہ وجہ بیان کی ہی کہ اللہ تعالیٰ نے نور و ظلمت دونوں کو اُس کا مسخر کیا تھا اس لیے اُس کو ذوالقرنین کہتے تھے۔

ایک یہ وجہ لکھی ہی کہ بسبب شجاعت کے اُس کو ذوالقرنین کہتے تھے جیسے کہ شجاع آدمی کو مینڈھے سے تشبیہ دیتے ہیں جس کے دو سینگ ہوتے ہیں۔

ایک اور عجیب وجہ لکھی ہی کہ سکندر نے خواب میں دیکھا کہ وہ آسمان پر چڑھ گیا ہی اور آفتاب کے دونوں کنارے یا دونوں سینگ، (بہتر یہ کہنا ہی کہ دونوں کان) پکڑ کر لٹک گیا تھا اس لیے ذوالقرنین کہتے ہیں۔

ایک یہ وجہ لکھی ہی کہ اس نے نور میں اور ظلمات میں دونوں میں سفر کیا تھا پس ذوالقرنین ہوگیا۔

ابوریحان بیرونی نے اپنی کتاب الآثار الباقیہ عن القرون الخالیہ میں

وانما قال الاسکندر لدارا ریا ابی علی سبیل التواضع واکرم دارا بذلک الخطاب (والقول الثانی) قال ابو الریحان البیرونی المنجم فی کتابہ الذی سماہ بالآثار الباقیة عن القرون الخالیة قیل ان ذاالقرنین ھو ابو کرب شمس بن عبیر ابن افریقیس الحمیری فانہ بلغ ملکہ مشارق الارض و مغاربھا وھو الذی افتخر بہ احد الشعراء من حمیر حیث قال قد کان ذوالقرنین قبلی مسلماً ملکا علا فی الارض غیر مفند۔ بلغ المشارق والمغارب یبتغی سباب ملک من کریم سید ثم قال ابوالریحان و یشبہ ان یکون ھذا القول اقرب لان الاذواء کانوا من الیمن وھم الذین لا تخلوا اسماءھم من ذی کذا کذی الناد وذی نواس وذی النون وغیر ذلک (والقول الثالث) انہ کان عبدا صالحا ملکہ اللہ الارض واعطاہ العلم والحکمة والبسہ الھیبة وان کنا لا نعرف انہ من ھو ثم ذکروا فی تسمیتہ بذی القرنین وجوھا

حمیری خاندان کے بادشاہوں میں سے ابوکرب شمس بن عبیر بن افریقیش کو **ذوالقرنین** قرار دیا ہی اور کہتا ہی کہ اُس کا ملک مشرق و مغرب تک پہنچ گیا تھا اور اسپر بڑا قرینہ یہ قائم کیا ہی کہ **ذو** کا لفظ حمیری خاندان کے بادشاہوں کے نام کے ساتھ مستعمل ہوتا ہی جیسے **ذی نواس** وغیرہ

مگر یہ دلیل بھی ٹھیک نہیں ہی اس لئے کہ اول یہ ثابت ہونا چاہیئے کہ **ذوالقرنین** اُسی ملک کی زبان کا لفظ ہی جس ملک کا وہ بادشاہ تھا حالانکہ یہی امر تحقیق طلب ہی معہذا جس قدر اعتراضات سکندر کی سلطنت اور **قرآن مجید** کی آیات کو اُس کی مملکت کی حالت کے مطابق ہونے پر ہیں وہی سب اعتراضات **ابوکرب** کی سلطنت و مملکت پر بھی وارد ہوتے ہیں۔

بعض مورخوں کا قول ہی کہ **ذوالقرنین** ایک نیک بندہ تھا خدا کی عبادت میں اُسی کے دائیں قرن میں مارا گیا وہ مر گیا خدا نے اُس کو پھر زندہ کیا پھر بائیں قرن پر مارا گیا۔ پھر مر گیا پھر خدا نے اُس کو زندہ کیا اور **ذوالقرنین** اُس کا نام ہوا اور بادشاہ ہو گیا

(الاول) سال ابن الکوا علیا رضی اللہ عنہ عن ذی القرنین وقال ملک ھو ام نبی فقال لا ملک و لا نبی کان عبدا صالحا ضرب علی قرنہ الایمن فی طاعۃ اللہ فمات ثم بعثہ اللہ فضرب علی قرنہ الایسر فمات فبعثہ اللہ فسمی بذی القرنین وملک ملکہ (الثانی) سمی بذی القرنین لانہ انقرض فی وقتہ قرنان من الناس (الثالث) قیل کان صفحتا راسہ من النحاس (الرابع) کان علی راسہ ما یشبہ القرنین (الخامس) لتاجہ قرنان (السادس) عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سمی ذا القرنین لانہ طاف قرنی الدنیا یعنی شرقہا وغربہا (السابع) کان لہ قرنان ای ضفیرتان (الثامن) ان اللہ تعالی سخر لہ النور والظلمۃ فاذا سری یھدیہ النور من امامہ وتمدہ الظلمۃ من وراءہ (التاسع) یجوز ان یلقب بذلک لشجاعتہ کما یسمی الشجاع کبشا کانہ ینطح اقرانہ (العاشر) رأی فی المنام کانّ

کیا یہ کچھ کم افسوس کی بات ہی جب کہ ایسی بے سروپا باتیں قرآن مجید کی تفسیروں میں لکھی ہوئی دیکھتے ہیں۔

بعض مورخوں نے کہا ہی کہ ذوالقرنین فرشتوں میں سے ایک فرشتہ تھا۔ یہ تمام اقوال جو ہم نے بیان کیے ہیں تفسیر کبیر میں منقول ہیں۔

اب ہمارے مفسروں نے اس بات کی تحقیق شروع کی کہ ذوالقرنین نبی یعنی پیغمبر تھا یا نہیں۔ بعضوں نے کہا ہی کہ نبی تھا۔ بعضوں نے کہا کہ نبی نہیں تھا۔ جو لوگ اُسکے نبی ہونے کے قائل ہوئے اُنھوں نے یہ دلیل پکڑی کہ خدا نے فرمایا ہی کہ انا مکنا له فی الارض یعنی ہم نے اُسکو قدرت دی زمین میں" تو قدرت کے لفظ سے قدرت فی الدین قرار دینا اولی ہی۔ اور پوری قدرت دین میں نبوت ہی اسلیے ذوالقرنین نبی تھا۔

دوسری جگہ خدا نے فرمایا ہی وآتیناہ من کل شئ سببا یعنی ہم نے دیا اُس کو ہر ایک چیز کا سامان اور ہر چیز کے لفظ میں نبوت بھی داخل ہی اور اسلیے ذوالقرنین کو

صعد الفلک فتعلق بطرفی الشمس و قرنیها وجانبها فسمی لهذا السبب بذی القرنین (الحادی عشر) سمی بذلک لانه دخل النور والظلمة (والقول الرابع) ان ذا القرنین ملک من الملائکة عن عمر انه سمع رجلا یقول یا ذا القرنین فقال اللهم اغفر اما رضیتم ان تسموا باسماء الانبیاء حتی تسموا باسماء الملائکة فهذا جملة ما قیل فی هذا الباب والقول الاول اظهر لاجل الدلیل الذی ذکرناه وهو ان مثل هذا الملک العظیم یجب ان یکون معلوم الحال عند اهل الدنیا والذی هو معلوم الحال بهذا الملک العظیم هو الاسکندر فوجب ان یکون المراد بذی القرنین هو الا ان فیه اشکالا قویا وهو انه کان تلمیذ ارسطاطالیس الحکیم وکان علی مذهبه فتعظیم الله ایاه یوجب الحکم بان مذهب ارسطاطالیس حق وصدق وذلک مما لا سبیل الیه والله اعلم (المسئلة الثالثة) اختلفوا فی

نبوت بھی دی گئی تھی۔

تیسری جگہ خدا نے فرمایا **قلنا یا ذا القرنین** یعنی ہم نے کہا اے **ذوالقرنین** اور خدا جس سے بات کرتا ہے وہ نبی ہوتا ہے پس **ذوالقرنین** بھی نبی تھا

بعضوں نے کہا کہ **ذوالقرنین** نبی نہیں تھا مرد صالح تھا اور **مکنالہ فی الارض** سے اُس کی قوت سلطنت اور **من کل شئ سببا** سے ذریعۂ حصول تسلط ملک پر مراد لینی چاہیئے مگر امام رازی صاحب ان الفاظ سے **ذوالقرنین** کے نبی ہونے کی تقویت دیتے ہیں۔

مفسرین کو جو اسقدر غلطیاں یا مشکلیں ان آیتوں کی تفسیر میں پڑیں اس کا بڑا سبب یہ ہے کہ انھوں نے واقعات کی تحقیق میں اُلٹی راہ اختیار کی ہے یعنی اول اس بات کی تحقیق شروع کی ہے کہ **ذوالقرنین** کون تھا۔ حالانکہ اول اس بات کو دریافت کرنا تھا کہ وہ سدجس کا ذکر قرآن مجید میں آیا ہے اور ایسی **مستحکم** و مضبوط بنائی گئی ہے کہ مفسرین اور مورخین کے زمانے تک اُس کا معدوم ہوجانا غیر ممکن ہے۔ فی الحقیقت کس جگہ واقع ہے

ذی القرنین هل کان من الانبیاء ام لا منهم من قال انه کان نبیا واحتجوا علیه بوجوه (الاول) قوله انا مکناله فی الارض والاولی حمله علی التمکین فی الدین والتمکین الکامل فی الدین هو النبوة (والثانی) قوله وآتیناه من کل شئ سببا ومن جملة الاشیاء النبوة فمقتضی العموم فی قوله وآتیناه من کل شئ سببا هو انه تعالی آتاه فی النبوة سببا (والثالث) قوله تعالی قلنا یا ذا القرنین اما ان تعذب واما ان تتخذ فیهم حسنا والذی یتکلم الله معه لابد وان یکون نبیا ومنهم من قال انه کان عبدا صالحا وما کان نبیا (المسئلة الرابعة) فی دخول السین فی قوله ساتلو معناه انی سافعل هذا ان وفقنی الله تعالی علیه وانزل فیه وحیا واخبرنی عن کیفیة تلک الحال واما قوله تعالی انا مکناله فی الارض فهذا التمکین یحتمل ان

صرف قیاساً یہ کہدینا کہ شمال میں بنی ہوگی کافی نہیں۔ صاف طور پر اور بتحقیق بتانا چاہیئے کہ وہ سد فلاں مقام پر موجود ہی۔

اس کے بعد تحقیق کرنا چاہیئے کہ اُس کو کس بادشاہ نے بنایا تھا۔ جس بادشاہ نے بنایا ہو اُسی پر قرآن مجید میں **ذوالقرنین** کا اطلاق ہوا ہی۔ ممکن ہی کہ اُس بادشاہ کو **ذوالقرنین** کہنے کی وجہ نہ معلوم ہو یا مشتبہ رہے مگر اُس کے نہ معلوم ہونے یا مشتبہ رہنے سے کوئی ہرج اصل واقعہ کے ثابت ہونے میں نہیں ہوتا۔ کیونکہ واقعہ جس کا ثبوت درکار ہی وہ صرف اس قدر ہی کہ وہ سد بنی اور فلاں مقام پر موجود ہی اور فلاں بادشاہ نے اس کو بنوایا۔

اس کے بعد اُس بادشاہ کی مملکت اور اُس کی سلطنت پر غور کرنا ہی کہ وہ حالات اُن باتوں کے مطابق ہیں جو قرآن مجید میں اُس بادشاہ کی سلطنت یا مملکت کی نسبت بیان ہوئے ہیں یا نہیں۔ کیونکہ اگر وہ مطابق ہوں تو کافی یقین ہوگا کہ اُسی بادشاہ کا ذکر قرآن مجید میں ہی اور اسی پر **ذوالقرنین** کا اطلاق ہوا ہی۔

یکون المراد منہ التمکین بسبب النبوۃ ویحتمل ان یکون المراد منہ التمکین بسبب الملک من حیث انہ ملک مشارق الارض ومغاربہا والاول اولی لان التمکین بسبب النبوۃ اعلی من التمکین بسبب الملک وحمل کلام اللہ علی الوجہ الاکمل الافضل اولی ثم قال وآتیناہ من کل شئ سببا قالوا السبب فی الاصل للغۃ عبارۃ عن الحبل ثم استعیر لکل ما یتوصل بہ الی المقصود ہو یتناول العلم والقدرۃ والالۃ فقولہ وآتیناہ من کل شئ سببا معناہ اعطیناہ من کل شئ من الامور التی یتوصل بہا الی تحصیل ذلک الشئ ثم ان الذین قالوا انہ کان نبیا قالوا من جملۃ الاشیاء النبوۃ فہذہ الآیۃ تدل علی انہ تعالی اعطاہ الطریق الذی بہ یتوصل الی تحصیل النبوۃ والذین انکروا کونہ نبیا قالوا المراد بہ وآتیناہ من کل شئ یحتاج الیہ فی اصلاح

اسی کے ساتھ یاجوج اور ماجوج کا تاریخانہ طور سے حال بیان کرنا چاہئے نہ قصہ اور کہانی کے طریقے پر اور قرآن مجید کے الفاظ کے سیدھے اور صاف معنی لینے چاہئیں نہ پیچیدہ اور دُور از کار۔ چنانچہ اب ہم اس واقعہ کے بیان کرنے میں اسی طریقے کی پیروی کرینگے۔

یاجوج و ماجوج

ہمارے بعض علما نے یاجوج و ماجوج کو عربی زبان کا لفظ بنانا چاہا ہے۔ کسائی کا قول ہی کہ یاجوج۔ تاجج النار سے نکلا ہی جس کے معنی شعلے کے بھڑکنے کے ہیں اور ماجوج۔ موج البحر سے نکلا ہی چونکہ وہ قوم چلنے اور دوڑ مارنے میں بہت تیز اور سریع الحرکت تھی اس لیے اس نام سے موسوم ہوئی۔ بعضوں نے کہا تاجج الملح سے نکلے ہیں جس کے معنی نمک کی نمکینی کی شدید تیزی کے ہیں۔

قتیبی کا قول ہی کہ اج الظلیم سے نکلا ہی جس کے معنی دوڑ کر چلنے کے ہیں۔

خلیل کا قول ہی کہ اج مسور کی مانند دانہ ہوتا ہی اور مج الریق بھی عرب میں بولا جاتا ہی

ملکہ سببا الا ان لقائل ان یقول ان تخصیص لعموم خلاف الظاہر فلا یصار الیہ الا بدلیل ثم قال فاتبع سببا ومعناہ انہ تعالی لما اعطاہ من کل شئ سببہ فاذا اراد شیئا اتبع سببا یوصلہ الیہ ویقربہ منہ قرأ نافع وابن کثیر وابو عمرو فاتبع بتشدید التاء وکذلک ثم اتبع ای سلک وسار والباقون فاتبع بقطع الالف و سکون التاء مخففۃ قولہ تعالی (حتی اذا بلغ مغرب الشمس وجدھا تغرب فی عین حمئۃ ووجد عندھا قوما قلنا یا ذا القرنین اما ان تعذب و اما ان تتخذ فیھم حسنا قال اما من ظلم فسوف نعذبہ ثم یرد الی ربہ فیعذبہ عذابا نکرا و اما من آمن و عمل صالحا فلہ جزاء الحسنی وسنقول لہ من امرنا یسرا) اعلم ان المعنی انہ اراد بلوغ المغرب فاتبع سببا یوصلہ الیہ حتی بلغہ اما قولہ وجدھا تغرب فی عین حمئۃ ففیہ مباحث (الاول)

پس یاجوج و ماجوج اُن لفظوں سے مشتق ہوئے ہیں۔

مگر یہ سب قول غلط ہیں صحیح قول یہ ہی جس کو تفسیر کبیر میں بھی نقل کیا ہی کہ اِنَّھُمَا اِسمان اَعجَمیان مَوضُوعَانِ بِدَلِیلِ مَنعِ الصَّرف۔

اس میں کچھ شک نہیں کہ یہ دونوں لفظ عجمی زبان کے ہیں۔ توریت کتاب پیدایش باب دہم آیت دوم میں **یافث** کے ایک بیٹے کا نام آیا ہی ماغوغ عبری زبان میں غین کا تلفظ گاف کی آواز سے ہوتا ہی پس ماغوغ بولا جاتا ہی **ماگوگ** عربی میں گاف کو جیم سے بدل دیتے ہیں اس لیے ماگوگ کا **ماجوج** ہوگیا۔ بیبل کا عربی ترجمہ جو پوپ کے حکم سے ہوا اور ۱۶۷۱ء میں چھپا اُس میں بھی ماغوغ کو ماجوج عربی میں لکھا ہی

یورپ کی زبانوں میں واؤ کا تلفظ ایسی آواز سے ہوتا ہی جو آواز ما بین آواز حرف الف اور حرف واؤ یا واو منقلب بالف ہو۔ اس وجہ سے جب توریت کا ترجمہ یونانی زبان میں ہوا تو ماغوغ کا تلفظ **ماگوگ** یا **میگاگ** لکھا گیا اور میگاگ کی نسل یعنی اُس قوم کا جو میگاگ سے نکلی **گوگ** یا **گاگ** نام ہوا اور پھر اُس ملک پر بھی جہاں وہ آباد تھی گاگ کا استعمال ہونے لگا۔ مگر استعمال میں یہ دونوں لفظ ساتھ ساتھ بولے جاتے تھے جیسے **گاگ میگاگ** اور ایک کا

قرأ ابن عامر وحمزہ والکسائی وابوبکر عن عاصم فی عین حامیة بالالف بغیر الھمزة ای حارة وعن ابی ذر قال کنت ردیف رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم علی جمل فرای الشمس حین غابت فقال تدری یا ابا ذر این تغرب ھذہ قلت اللّٰہ ورسولہ اعلم قال فانھا تغرب فی عین حامیة وھی قراءة ابن مسعود وطلحة وابن عامر والباقون حمئة وھی قراءة ابن عباس واتفق ان ابن عباس کان عند معاویة فقرأ معاویة حامیة بالف فقال ابن عباس حمئة فقال معاویة لعبد اللّٰہ بن عمر کیف تقرأ قال کما یقرأ امیر المومنین ثم وجہ الی کعب الاحبار کیف تجد الشمس تغرب قال فی ماء وطین کذلک نجدہ فی التوراة والحمئة ما فیہ

دوسرے پر بھی اطلاق ہوتا تھا۔ عربی زبان میں بجاے گاگ میگاگ کے یاجوج ماجوج کا استعمال ہوا۔ پس یہ دونوں لفظ عجمیہ ہیں اور بطور علم کے مستعمل ہوتے ہیں اور اسی لیے عربی زبان میں غیر منصرف مستعمل ہوتے ہیں۔

کتاب حزقیل نبی باب ۳۸ درس ۲ میں گوگ کا لفظ قوم پر اور ماگوگ کا لفظ ملک پر بولا گیا ہے۔

بعض مسلمان مورخوں نے لکھا ہی کہ یاجوج وماجوج نہایت قلیل الجثۃ اور صغیر القامۃ ہیں یعنی صرف بالشت بھر کا اُن کا قد ہی یعنی بالشتیے ہیں اور بعضوں نے کہا ہے کہ نہایت قوی الجثۃ اور طویل القامت ہیں۔ اُن کے ناخن اور دانت ڈاڑھ درندے جانوروں کے مانند ہیں وہ آدمیوں کو مار کر اُن کا کچا گوشت کھا جاتے تھے اور کھیتی پکنے کے موسم میں نکل کر تمام کھیتوں کو چٹ کر جاتے تھے۔ یہ بھی بیان ہوا ہی کہ اُن کے کان اتنے بڑے ہیں کہ ایک کو بچھا کر اور دوسرے کو اوڑھ کر سو رہتے ہیں۔

مگر یہ سب کہانیاں جھوٹ اور محض بے اصل ہیں۔ وہ لوگ تاتاری ترک ہیں ہمارے علما نے بھی لکھا ہی اور تفسیر کبیر میں اُس قول کو نقل کیا ہی کہ قیل انہما من الترک

ماء وحمأة سوداء واعلم انه لاتنافی بین الحمئة والحامیة فجائز ان تکون العین جامعة للوصفین جمیعا (البحث الثانی) انه ثبت بالدلیل ان الارض کرة وان السماء محیطة بها ولاشك ان الشمس فی الفلك وایضا قال ووجد عندها قوما ومعلوم ان جلوس قوم فی قرب الشمس غیر موجود وایضا الشمس اکبر من الارض بمرات کثیرة فکیف یعقل دخولها فی عین من عیون الارض اذا ثبت هذا فنقول تاویل قوله تغرب فی عین حمئة من وجوه (الاول) ان ذا القرنین لما بلغ موضعها فی المغرب ولم یبق بعده شیء من العمارات وجد الشمس کانها تغرب فی عین وهدة مظلمة وان لم تکن کذلك فی الحقیقة کما ان راکب البحر یری

یہ قوم اب تک موجود ہے اور تمام ملک تاتار اور چینی تاتار میں آباد ہی۔
مگر جب میں نے یہ بیان کیا ہی کہ یاجوج و ماجوج۔ گاگ میگاگ سے معرّب ہوگیا ہی
اور ان میں سے ایک کو قوم کا اور ایک کو ملک کا نام بتایا ہی تو یاجوج و ماجوج کو دو شخص
سمجھنا جیسے کہ ہمارے مورخوں اور مفسروں نے سمجھا ہی صحیح نہیں ہوگا بلکہ اُن سے وہی مطلب
سمجھا جاوے گا جو گوگ اور ماگوگ سے سمجھا جاتا ہی۔ جو ملک کہ اب بھی تبت کے شمال میں
واقع ہی اور جو قدیم زمانے میں ستھیا اور تاتار کہلاتا تھا اور حال کے نقشوں میں چینی ترکستان
کے نام سے لکھا جاتا ہی اس قوم کے رہنے کی جگہ تھی اور تاتاری انھیں کی نسل سے ہیں بہت
سے لوگوں نے تاتاریوں کو دیکھا ہوگا وہ مثل عام انسانوں کے ہیں اُن میں کوئی بھی عجیب
بات نہیں ہی البتہ کھوسی ہوتے ہیں۔

سدّ یا گریٹ وال

کچھ شبہ نہیں ہی کہ جس سدّ کا ذکر قرآن مجید میں ہی وہ وہی دیوار ہی جو چین اور تاتار
یا ستھیا کی سرحد پر بنائی گئی ہی اور جس کو چی وانگ ٹی فغفور چین نے درمیان ۲۴۰ و ۲۲۵ سنہ

الشمس کانها تغیب فی البحار اذا لم یر الشط وهی فی الحقیقة تغیب وراء البحر هذا هو
التاویل الذی ذکره ابو علی الجبائی فی تفسیره (الثانی) ان للجانب الغربی من الارض مساکن یحیط
البحر بها فالناظر الی الشمس یتخیل کانها تغیب فی تلک البحار ولا شک ان البحار الغربیة قویة السخونة
فهی حامیة وهی ایضا حمئة لکثرة ما فیها من الحماة السوداء والماء فقوله تغرب فی عین حمئة اشارة
الی ان جانب الغربی من الارض قد احاط به البحر وهو موضع شدید السخونة (الثالث) قال اهل
الاخبار ان الشمس تغیب فی عین کثیرة الماء والحماة وهذا فی غایة البعد وذلک لانا اذا رصدنا
کسوفا قمریا فاذا اعتبرناه ورأینا ان المغربیین قالوا حصل هذا الکسوف فی اول اللیل ورأینا
المشرقیین قالوا حصل فی اول النهار فعلمنا ان اول اللیل عند اهل المغرب هو اول النهار الثانی

قبل مسیح میں بنایا تھا۔

یہ دیوار ہانگ ہو دریا کی غربی موڑ سے جو ایک پہاڑ کے قریب ۳۷ درجہ ۱۵ دقیقہ عرض بلد اور ۱۰۷ درجہ طول بلد پر واقع ہی بننی شروع ہوئی اور پھر اُس دریا کی دوسری موڑ کو قریباً ۳۹ درجہ عرض بلد اور ۱۱۱ درجہ طول بلد پر کاٹ کر اور خنجان پہاڑوں کی جنوبی سلسلے کے نیچے ہو کر خلیج لیوٹونگ کے کنارے پر ٹھیک چالیس درجہ عرض بلد اور اکیس بیس درجہ طول بلد پر ختم ہوئی ہی طول اس دیوار کا بارہ سو سے پندرہ سو میل کا بیان ہوا ہی

حال سلطنت چی وانگ ٹی

چین کی تاریخوں سے معلوم ہوتا ہی کہ فغفور ای چن کے مرنے کے بعد تیرہ برس کی عمر میں چی وانگ ٹی ۲۴۶ قبل مسیح میں تخت پر بیٹھا اور لی زی نامی ایک عاقل شخص کو اپنا وزیر مقرر کیا۔

اسکی سلطنت دو زمانوں پر منقسم ہوتی ہی۔ پہلا زمانہ وہ ہی جبکہ اس بادشاہ نے اپنی

عند اهل المشرق بل ذلك الوقت الذی هو اول اللیل عندنا فهو وقت العصر فی بلد ووقت الظهر فی بلد آخر ووقت الضحوة فی بلد ثالث ووقت طلوع الشمس فی بلد رابع ونصف اللیل فی بلد خامس واذا کانت هذه الاحوال معلومة بعد الاستقراء والاعتبار وعلمنا ان الشمس طالعة ظاهرة فی کل هذه الاوقات کان الذی یقال انها تغیب فی الطین والحمأة کلاما علی خلاف الیقین وکلام الله تعالی مبرأ عن هذه التهمة فلم یبق الا ان یصار الی التاویل الذی ذکرناه ثم قال تعالی ووجد عندها قوما الضمیر فی قوله عندها الی ماذا یعود فیه قولان (الاول) انه عائد الی الشمس ویکون التانیث للشمس لان الانسان لما تخیل ان الشمس تغرب هناک کان سکان هذا الموضع کانهم سکنوا بالقرب من الشمس (والقول الثانی) ان یکون الضمیر عائدا الی العین الحامیة وعلی هذا القول فالتاویل

تمام ہمت روپیہ جمع کرنے اور ہر قسم کا سامان اکٹھا کرنے میں صرف کی۔ اور دوسرا زمانہ وہ ہی جبکہ اُس نے ہر قسم کا سامان جمع کرنے کے بعد ملک گیری اور فتوحات نمایاں حاصل کیں۔ اُس کی اس حالت کا صاف اشارہ قرآن مجید سے پایا جاتا ہی جہاں خدا نے ارشاد فرمایا ہی

انا مکنا لہ فی الارض وآتیناہ من کل شئ سببا فاتبع سببا۔

یعنی ہم نے دی اُس کو قدرت زمین میں اور ہم نے دیا اُس کو ہر چیز کا سامان پھر وہ درپے ہوا سامان کے یعنی سامان جمع کرنے کے۔ یہ فقرہ قرآن مجید کا اور خصوصاً الفاظ فاتبع سببا بالکل اُس بادشاہ کے پہلے قرن یا زمانہ کی ہسٹری بتاتے ہیں۔

مکنا کے لفظ سے اور من کل شئ کے لفظ سے قدرت فی الدین سمجھنا اور پھر قدرت فی الدین کو نبوت قرار دینا اور اُس بادشاہ کی نسبت یہ بحث کرنا کہ وہ نبی تھا اور پھر اُس کے نبی ہونے کو ترجیح دینا ایسے دور از کار خیالات ہیں جن کا ذرا بھی اشارہ قرآن مجید سے نہیں پایا جاتا اور جو شاعرانہ خیالات سے بھی بڑھے ہوئے ہیں۔

انا مکنا لہ فی الارض میں جو لفظ فی الارض کا آیا ہی اُس سے تمام

ما ذکرناہ ثم قال تعالی قلنا یا ذا القرنین اما ان تعذب واما ان تتخذ فیهم حسنا وفیه مباحث (الاول) ان قوله تعالی قلنا یا ذا القرنین اما ان تعذب وان تتخذ فیهم حسنا یدل علی انه تعالی تکلم معه من غیر واسطة وذلك یدل علی انه کان نبیا وحمل هذا اللفظ علی ان المراد انه خاطبه علی السنة بعض الانبیاء فهو عدول عن الظاهر (البحث الثانی) قال اهل الاخبار فی صفة ذلك الموضع اشیاء عجیبة قال ابن جریج هناك مدینة لها اثنا عشر الف باب لولا اصوات اهلها سمع الناس وجبة الشمس حین تغیب (البحث الثالث) قوله تعالی قلنا یا ذا القرنین اما ان تعذب واما ان تتخذ فیهم حسنا یدل علی ان سکان آخر المغرب کانوا کفارا فخیر الله ذا القرنین فیهم بین التعذیب لهم ان اقاموا علی کفرهم وبین المن علیهم والعفو عنهم وهذا التخییر علی معنی الاجتهاد فی اصلح الامرین

دنیا یا ازشرق تا غرب افق مراد لینا جبکہ وہ لفظ ایک بادشاہ کی بادشاہت کے حال میں آیا ہو اُس شاعرانہ خیال سے بھی زیادہ عجیب ہی۔ قرآن مجید میں متعدد جگہ لفظ الارض کا خاص ملک پر بلکہ خاص زمین پر اطلاق ہوا ہی۔ جن لوگوں نے مکہ سے ہجرت نہیں کی تھی اور وہیں کافر مرے اُنسے فرشتے پوچھینگے فیم کنتم یعنی تم کس حال میں تھے وہ کہیں گے مستضعفین فی الارض یعنی ہم لاچار تھے زمین میں یعنی مکہ میں لاچار و مغلوب تھے فرشتے کہیں گے الم تکن ارض اللہ واسعۃ فتھاجروا فیھا یعنی کیا اللہ کی زمین فراخ نہ تھی تاکہ تم اُس میں ہجرت کرجاتے۔

یہ تو ایک مثال ہی بیسیوں جگہ قرآن مجید میں الارض کا لفظ خاص ملک پر اطلاق ہوا ہی۔ بس مکنا لہٗ فی الارض سے صاف مراد یہ ہی کہ ہم نے اُس کو ایک ملک پر بادشاہت دی تھی۔

سلطنت چین کی ایک بہت وسیع سلطنت تھی تبت اور تمام ملک جو اُس کے قریب واقع تھے جیسے برہما۔ انام۔ سیام و ملایا سب اُس میں شامل اور فغفور چین کی باجگزار تھے

کما خیر نبیہ علیہ السلام بین المن علی المشرکین و بین قتلھم وقال الاکثرون ھذا التعذیب ھو القتل و اما اتخاذ الحسنی فیھم فھو ترکھم احیاء ثم قال ذو القرنین اما من ظلم ای ظلم نفسہ بالاقامۃ علی الکفر و الدلیل علی ان ھذا ھو المراد انہ ذکر فی مقابلتہ و اما من آمن و عمل صالحا ثم قال فسوف نعذبہ ای بالقتل فی الدنیا ثم یرد الی ربہ فیعذبہ عذابا نکرا ای منکرا فظیعا و اما من آمن و عمل صالحا فلہ جزاء الحسنی قرا حمزۃ و الکسائی و حفص عن عاصم جزاء الحسنی بالنصب و التنوین و الباقون بالرفع و الاضافۃ فعلی القراءۃ الاولی یکون التقدیر فلہ الحسنی جزاء کما تقول لک ھذا الثوب ھبۃ و اما علی القراءۃ الثانیۃ ففی التفسیر وجہان الاول فلہ

چین کی تاریخوں سے ثابت ہوتا ہی کہ جو سی انگ فغفور کے وقت میں اکثر صوبے اور باجگزار ملک باغی ہو گئے تھے ای چن جب اُس کا بیٹا تخت نشین ہوا تو اُس نے بعض کو شکست دی مگر کُل ملک پر تسلط نہ کر سکا

چی وانگ ٹی جو کہ بانی سد کا ہی جب بادشاہ ہوا اور اس کا پہلا قرن یا پہلا زمانہ ساز و سامان اور اسباب قوت اور سطوت سلطنت کے جمع کرنے کا ختم ہو گیا اور اُس کی سلطنت کا دوسرا قرن یا دوسرا زمانہ شروع ہوا تو اُس نے ملک میں فتوحات شروع کیں

خدا نے فرمایا" حتی اذا بلغ مغرب الشمس وجدھا تغرب فی عین حمئة ووجد عندھا قوما یعنی جب وہ وہاں تک پہونچا جہاں آفتاب ڈوبتا ہی تو اُس کو پایا کہ وہ ایک گدلے پانی کے چشمے میں ڈوبتا ہے اور وہاں اُس نے ایک قوم کو پایا۔

مغرب الشمس کے یہ معنی لینے کہ جس جگہ آفتاب ڈوبتا ہی کسی طرح صحیح نہیں ہو سکتے کیونکہ آفتاب کہیں نہیں ڈوبتا۔ مگر آدمی ایسی جگہ پہنچ جاتا ہی جہاں اُسکو آفتاب

جزاء الفعلة الحسنى والفعلة الحسنى هی الایمان والعمل الصالح (والثانی) ان یکون التقدیر فلہ جزاء المثوبة الحسنى ویکون المعنى فلہ الجزاء الذی ھو المثوبة الحسنى والجزاء موصوف بالمثوبة الحسنى ویکون المعنى فلہ الجزاء الذی ھو المثوبة الحسنى والجزاء الموصوف بالمثوبة الحسنى واضافة الموصوف الى الصفة مشھورة کقولہ ولدار الاخرة وحق الیقین ثم قال وسنقول لہ من امرنا یسرا ای لا نامرہ بالصعب الشاق ولکن بالسھل المیسر من الزکوة والخراج وغیرھما وتقدیرہ ذا یسر کقولہ قولا میسورا وقرئ یسرا بضمتین قولہ تعالى ثم اتبع سببا حتى اذا بلغ مطلع الشمس وجدھا تطلع على قوم لم نجعل لھم من دونھا سترا کذلک وقد احطنا بما لدیہ خبرا اعلم انہ تعالى لما بین اولا انہ قصد اقرب الاماکن المسکونة من مغرب الشمس اتبعہ

غروب ہوتا معلوم ہوتا ہی۔

امام رازی صاحب نے بھی اِس امر پر بحث کی ہی اور لکھا ہی کہ دلیل سے یہ بات ثابت ہو گئی ہی کہ زمین گول ہی اور آسمان اُس پر محیط ہی اور کچھ شک نہیں کہ آفتاب آسمان میں ہی۔ اور یہ بھی خدا نے فرمایا ہی کہ "اُس کے پاس اُس نے قوم کو پایا" اور یہ بات ظاہر ہی کہ کوئی قوم آفتاب کے پاس موجود نہیں ہی اور یہ بات بھی ہی کہ آفتاب کئی مرتبہ زمین سے بڑا ہی۔ پھر کس طرح اُس کا زمین کے چشموں میں سے کسی چشمے میں ڈوبنا عقل میں آسکتا ہی۔ اور جب یہ بات ثابت ہی تو ہم خدا کے اس قول کی کہ تغرب فی عین حمئة کی کئی وجہ سے تاویل کریں گے۔

اول یہ کہ جب ذوالقرنین مغرب میں ایک جگہ پہنچا اور اس کے بعد کوئی معمورہ باقی نہ رہا تو اُس نے آفتاب کو پایا کہ گویا وہ پانی کے چشمے میں ڈوبتا ہے گو کہ درحقیقت ایسا نہو جس طرح کہ سمندر میں سفر کرنے والا جبکہ اُس کو کنارہ نہ دکھائی دیتا ہو آفتاب کو دیکھتا ہی کہ وہ سمندر میں ڈوبتا ہی حالانکہ وہ سمندر سے بہت دُور ڈوبتا ہی یہ وہ

ببیان انہ قصد اقرب الاماکن المسکونۃ من مطلع الشمس فبین اللہ تعالی انہ وجد الشمس تطلع علی قوم لم نجعل لھم من دونھا سترا وفیہ قولان (الاول) انہ لیس ھناک شجر ولا جبل ولا ابنیۃ تمنع من وقوع شعاع الشمس علیھم فلھذا السبب اذا طلعت الشمس دخلوا فی اسراب واغلۃ فی الارض او غاصوا فی الماء فیکون عند طلوع الشمس یتعذر علیھم التصرف فی المعاش وعند غروبھا یشتغلون بتحصیل مھمات المعاش حالھم بالضد من احوال سائر الخلق (القول الثانی) ان معناہ انہ لا ثیاب لھم ویکونون کسائر الحیوانات عراۃ ابدا ویقال فی کتب الھیئۃ ان حال اکثر الزنج کذلک وحال کل من یسکن البلاد القریبۃ من خط الاستواء کذلک وذکر فی کتب التفسیر ان بعضھم قال سافرت حتی جاوزت الصین فسالت عن ھؤلاء القوم فقیل بینک

تاویل ہی جس کو ابو علی الجبائی نے اپنی تفسیر میں بیان کیا ہی۔

دوسرے یہ کہ زمین کی جانب غرب آبادی ہی جو سمندر سے گھری ہوئی ہی تو دیکھنے والا سمجھتا ہی کہ آفتاب اُس سمندر میں ڈوبتا ہی۔

تیسرے یہ کہ اہل اخبار یعنی روایتوں کو تسلیم کرنے والے کہتے ہیں کہ آفتاب گرم پانی کے چشمہ میں جس میں نہایت گرم اور بہت زیادہ پانی ہی ڈوبتا ہی۔ یہ قول نہایت بعید ہے اس لیے کہ جب ہم کسوف قمری کو رصد کرتے ہیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ مغرب کے رہنے والے کہتے ہیں کہ کسوف شام کے وقت ہوا ہی اور مشرق کے رہنے والے کہتے ہیں کہ صبح کے وقت ہوا ہی۔ پس ہم نے جانا کہ مغرب کے رہنے والوں کی جو شام ہی مشرق کے رہنے والوں کے لیئے وہ دوسرے دن کی صبح ہی بلکہ جو شام کا وقت ہمارے لیے ہی وہ کسی دوسرے شہر میں عصر کا وقت ہی اور ظہر کا وقت ہی دوسرے شہر میں اور چاشت کا وقت ہی کسی تیسرے شہر میں اور صبح کا وقت ہی کسی چوتھے شہر میں اور آدھی رات ہی کسی پانچویں شہر میں اور جبکہ بعد تجربہ اور استقرار کے یہ حال معلوم ہی اور اُس پر اعتبار رہے اور ہم نے جان لیا کہ آفتاب ان تمام وقتوں میں نکلا ہوا رہتا ہی تو یہ کہنا کہ وہ دلدل میں ڈوب جاتا ہی ایسا کلام ہے جو

وبينهم مسيرة يوم وليلة فبلغتهم فاذا احدهم يفرش اذنه الواحدة و يلبس الاخرى ولما قرب طلوع الشمس سمعت كهيئة الصلصلة فغشى على ثم افقت وهم يمسحوننى بالدهن فلما طلعت الشمس اذا هى فوق الماء كهيئة الزيت فادخلونا سربالهم فلما ارتفع النهار جعلوا يصطادون السمك ويطرحونه فى الشمس فلينضج ثم قال تعالى كذلك وقد احطنا بما لديه خبرا وفيه وجوه (الاول) اى كذلك فعل ذو القرنين اتبع هذه الاسباب حتى بلغ ما بلغ وقد علمنا حين ملكناه ما عنده من الصلاحية لذلك الملك والاستقلال به (والثانى كذلك جعل امر هؤلاء القوم على ما قد علم رسوله عليه السلام فى هذا الذكر (والثالث) كذلك كانت حالته

خلاف یقین کے ہے اور خدا کا کلام اس تہمت سے پاک ہی بس اب کوئی چارہ نہیں ہی کہ
ہم وہ تاویل کریں جو ہم نے بیان کی۔

اب امام صاحب کی اس تقریر پر غور کرو تو نتیجہ اُس کا وہی ہی جو مختصر لفظوں میں
ہم نے بیان کیا ہی کہ **مغرب الشمس** سے ایسی جگہ مُراد ہی جہاں سے آدمی کو آفتاب
ڈوبتا ہوا معلوم ہو جیسے سمندر میں سفر کرنے والے کو یا سمندر کے مشرقی کنارے پر کھڑے
رہنے والے کو سمندر میں آفتاب ڈوبتا ہوا معلوم ہوتا ہی۔

اب ملک کے جغرافیہ پر نظر کرو جب یہ بادشاہ فتوحات کرتا ہوا برہما اور ملایا کے
کنارے پر پہنچا تو اُس کے جانب غرب خلیج آف بنگالہ تھا تو اُس نے وہاں ملایا قوم کو پایا
اور آفتاب کو **فی عین حمئة** یعنی خلیج بنگالہ میں ڈوبتا ہوا دیکھا۔ سمندر کا پانی خود
میلا اور کیچڑ سا دکھائی دیتا ہی اور سورج کے غروب ہوتے وقت اُس کی شعاعوں سے اُس پر
سرخی جھلکتی ہی اور اسی واسطے اُس کو **عین حمئة** سے تشبیہ دی ہی۔

پھر خدا نے فرمایا کہ " **قلنا یا ذا القرنین اما ان تعذب و اما ان**

مع اهل المطلع کما کانت مع اهل المغرب فقضی فی هؤلاء کما قضی فی اولئك من تعذیب الظالمین
والاحسان الی المومنین (والرابع) انه تم الکلام عند قوله کذلك والمعنی انه تعالی قال امر هؤلاء
القوم کما وجدهم علیه ذو القرنین ثم قال بعده وقد احطنا بما لدیه خبرا ای کنا عالمین بان
الامر کذلك۔ قوله تعالی (ثم اتبع سببا حتی اذا بلغ بین السدین وجد من دونهما قوما
لایکادون یفقهون قولا قالوا یا ذا القرنین ان یاجوج وماجوج مفسدون فی الارض فهل نجعل
لك خرجا علی ان تجعل بیننا وبینهم سدا قال ما مکنی فیه ربی خیر فاعینونی بقوة اجعل بینکم
وبینهم ردما) اعلم ان ذا القرنین لما بلغ المشرق والمغرب اتبع سببا آخر وسلك الطریق حتی بلغ
بین السدین وقد آتاه الله من العلم والقدرة ما یقوم بهذه الامور وههنا مباحث (الاول)

تتخذ فیھم حسنا قال اما من ظلم فسوف نعذبہ ثم یرد
الی ربہ فیعذبہ عذابا نکرا و اما من آمن و عمل صالحا
فلہ جزاء الحسنی وسنقول لہ من امرنا یسرا۔

یعنی ہم نے کہا اے ذوالقرنین (اُس قوم کو جو یہاں ملی ہی غالبًا ملایا کے لوگوں کو) یا تو عذاب دے (یعنی سزا دے) یا اُن پر احسان رکھ (یعنی معاف کر) اُس نے کہا جس کسی نے زیادتی کی ہی اس کو ہم عذاب یعنی سزا دینگے پھر پلٹا دیا جاوے گا اپنے پروردگار کے پاس (یعنی مارڈالا جاوے گا) پھر وہ اُس کو عذاب دیگا۔ عذاب سخت اور جو کوئی ایمان لایا (یعنی فرمانبرداری کی) اور اچھا کام کیا تو اُس کے لیے اچھا بدلہ ہی اور ہم کہینگے (یعنی حکم دینگے) اس کے لیئے اپنے معاملات میں سہولیت کا

یہ بیان اس بادشاہ کے سلوک کا ہی جو اس نے اپنی مفتوحہ قوم کے ساتھ کیا قلنا یاذاالقرنین سے یہ سمجھنا کہ خدا نے اُس بادشاہ سے کلام کیا تھا صحیح نہیں ہی۔ قرآن مجید میں ایسے مقاموں پر قلنا کا لفظ بمعنی شئنا کے آتا ہی جیسے کہ خدا نے اُن یہودیوں کی نسبت جنھوں نے سبت کے دن زیادتی کی تھی فرمایا ہے قلنا لھم کونوا قردۃ

قرأ حمزۃ والکسائی السدین بضم السین وسدا بفتحھا حیث کان وقرأ حفص عن عاصم بالفتح فیھما فی کل القرآن وقرأ نافع وابن عامر وابوبکر عن عاصم بالضم فیھما فی کل القرآن وقرأ ابن کثیر وابو عمر السدین وسدا ھھنا بفتح السین فیھما وضمھا فی یٰسین فی الموضعین قال الکسائی ھما لغتان وقیل ما کان من صنعۃ بنی آدم فھو السد بفتح السین وما کان من صنع اللہ فھو السد بضم السین والجمع سدود وھو قول ابی عبیدۃ وابن الانباری قال صاحب الکشاف السد بالضم فعل بمعنی مفعول ای ھو ما فعلہ اللہ وخلقہ والسد بالفتح مصدر حدث یحدثہ الناس (البحث الثانی) الاظھران موضع السدین فی ناحیۃ الشمال وقیل جبلان بین ارمینیۃ

خاسئین اسی طرح اُس کے جواب میں قال کا لفظ آیا ہی۔ پس اس طرح کا استعمال نہ نبوت کی نشانی ہی اور نہ خدا کے ساتھ سوال وجواب ہونے کی دلیل ہی بلکہ جو سلوک کہ اُس فتحمند بادشاہ نے اُس مفتوحہ قوم کے ساتھ کیا اس کا بیان ہی۔

مذکورۂ بالا بیان سے بخوبی واضح ہوتا ہی کہ اس بادشاہ پر دو زمانے ایسے گزرے جن کا اشارہ قرآن مجید میں بھی موجود ہی اور یہ نہایت قوی قرینہ ہے کہ ان ہی مختلف دو زمانوں کی وجہ سے خدا تعالےٰ نے اُس کی نسبت ذوالقرنین کا لفظ استعمال کیا ہی۔

اس فتح کے بعد اُس نے مشرق کی طرف حملہ شروع کیا اور اُس ملک کے مشرقی کنارے پر پہنچا۔ چنانچہ خدائے تعالےٰ نے فرمایا ہی ثم اتبع سببا حتی اذا بلغ مطلع الشمس وجدھا تطلع علی قوم لم نجعل لھم من دونھا سترا کذلک وقد احطنا بما لدیہ خبرا

یعنی پھر اُس نے سفر کا سامان کیا یہاں تک کہ جب وہ پہنچا جہاں آفتاب نکلتا ہی تو اُس نے ایسی قوم پر اُس کو نکلتا ہوا پایا کہ ہم نے اُن کے لیئے آفتاب کے ورے کوئی اوٹ

وبین اذربیجان وقیل ھذا المکان فی مقطع ارض الترک وحکی محمد بن جریر الطبری فی تاریخہ ان صاحب اذربیجان ایام فتحھا وجہ انسانا الیہ من ناحیۃ الخزر فشاھدہ ووصف انہ بنیان رفیع وراء خندق عمیق وثیق منیع وذکر ابن خرداذبہ فی کتاب المسالک والممالک ان الواثق باللہ رأی فی المنام کانہ فتح ھذا الردم فبعث بعض الخدم الیہ لیعاینوہ فخرجوا من باب الابواب حتی وصلوا الیہ وشاھدوہ فوصفوا انہ بناء من لبن من حدید مشدود بالنحاس المذاب وعلیہ باب مقفل ثم ان ذلک الانسان لما حاول الرجوع اخرجھم الدلیل علی البقاع المحاذیۃ لسمرقند قال ابو الریحان مقتضی ھذا ان موضعہ فی الربع الشمالی الغربی من المعمورۃ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال (البحث الثالث) ان ذالقرنین لما بلغ ما بین السدین وجد

نہیں رکھی یہ حال (اُس جگہ کا) تھا اور بے شک ہم نے جان لیا تھا جو کچھ اُس کے پاس
وہاں کی خبر پہنچی تھی۔

وقد احطنا بما لدیه خبرا کی نسبت ابن عباس کی تفسیر میں لکھا ہے
قد علمنا بما کان عندہ من الخبر والبیان اسی کے مطابق ہم نے بھی
ترجمہ کیا ہی۔ جو معنی ہم نے ابھی مغرب الشمس کے بیان کیے ہیں وہی معنی مطلع
الشمس کے ہیں یعنی وہ ایسی جگہ پہنچا جہاں اُس کو آفتاب نکلتا ہوا معلوم ہوتا تھا۔

یہ حال مملکت چین کے شرقی کنارے کا ہی جو بہت بڑے سمندر سے گھرا ہوا ہی۔
جب آفتاب نکلتا ہی اُس کنارے کے رہنے والوں میں اور آفتاب کو نکلتا ہوا دکھائی دینے
میں کوئی چیز حائل نہیں ہوتی سمندر کے پانی کی صاف سطح ہوتی ہی اور آفتاب کا نکلنا بغیر
کسی حجاب کے اُن ہی لوگوں پر ہوتا ہی۔

اس طرف کے ملک کے لوگوں کو زیر کرنے کے بعد اُس بادشاہ نے پھر سامان درست
کیا چنانچہ خدا فرماتا ہی ثم اتبع سببا حتی اذا بلغ بین السدین وجد

من دونھما ای من ورائھما مجاوزا عنھما قوما ای امۃ من الناس لا یکادون یفقھون قولا قرأ حمزۃ
والکسائی یفقھون بضم الیاء وکسر القاف علی معنی لا یمکنھم تفھیم غیرھم والباقون بفتح الیاء و
القاف والمعنی انھم لا یعرفون غیر لغۃ انفسھم وما کانوا یفھمون اللسان الذی یتکلم بہ ذو القرنین
ثم قال تعالی قالوا یا ذا القرنین ان یاجوج وماجوج مفسدون فی الارض فان قیل کیف فھم
ذو القرنین منھم ھذا الکلام بعد ان وصفھم اللہ بقولہ لا یکادون یفقھون قولا والجواب ان
نقول کاد فیہ قولان (۱) الاول ان اثباتہ نفی ونفیہ اثبات فقولہ لا یکادون یفقھون قولا لا یدل
علی انھم لا یفقھون شیئا بل یدل علی انھم قد یفھمون علی مشقۃ وصعوبۃ (و القول الثانی
ان کاد معناہ المقاربۃ وعلی ھذا القول فقولہ لا یکادون یفقھون قولا ای لا یعلمون ولیس ھم

من دونهما قوما لا یکادون یفقهون قولا۔

یعنی پھر اُس نے سامان سفر کیا یہاں تک کہ جب وہ پہنچا دو سدوں یعنی دو پہاڑوں میں تو اُس نے اُن کے ورے ایک قوم کو پایا کہ بمشکل اُن کی بات سمجھتے تھے۔

یہ مقام مملکت چین کے شمالی حد پر ہے اور جس قوم کا ذکر ہے وہ تاتاری اور قدیم ستھیا کی رہنے والی تھی جو غارتگری اور لٹیرے پن میں مشاق اور لوٹ مار کی عادی تھی اُن کی زبان چین کے رہنے والوں سے مختلف تھی۔

جب وہ بادشاہ اس مقام پر پہنچا تو لوگوں نے کہا جو قرآن مجید میں مذکور ہے چنانچہ خدا فرماتا ہے قالوا یا ذا القرنین ان یاجوج وماجوج مفسدون فی الارض فهل نجعل لك خرجا علی ان تجعل بیننا وبینهم سدا قال ما مکنی فیه ربی خیر فاعینونی بقوة اجعل بینکم وبینهم ردما۔

یعنی اُن لوگوں نے کہا کہ ای ذو القرنین بیشک یاجوج وماجوج

قرب من ان یفقهوا وعلی هذا القول فلابد من اضمار وهو ان یقال لا یکادون یفهمونه الا بعد تقریب مشقة من اشارة ونحوها وهذه الآیة تصلح ان یحتج بها علی صحة القول الاول فی تفسیر کادوا البحث الرابع) فی یاجوج وماجوج قولان (الاول) انهما اسمان اعجمیان موضوعان بدلیل منع الصرف والقول الثانی) انهما مشتقان وقرأ عاصم یأجوج ومأجوج بالهمزة وقرأ الباقون یاجوج وماجوج وقرئ فی روایة آجوج وماجوج والقائلون بکون هذین الاسمین مشتقین ذکروا وجوها (الاول) قال الکسائی یاجوج ماخوذ من تاجج النار وتلهبها فلسرعتهم فی الحرکة سموا بذلك والماجوج من موج البحر (الثانی) ان یاجوج ماخوذ من تاجج الملح وهو شدة ملوحته فلشدتهم من الحرکة سموا بذلك (الثالث) قال القتیبی هو ماخوذ من قولهم اج الظلیم فی مشیه یئج اجا اذا هرول وسمعت حفیفه فی عدوه (الرابع) قال الخلیل الاج حب کالعدس

فساد کرنے والے ہیں زمین یعنی ملک میں۔ پھر کیا ہم تیرے لیے کوئی محصول (یعنی ٹکیس یا باج) مقرر کریں اس بات پر کہ تو بنا دے ہم میں اور اُن میں سد (یعنی فصیل یا دیوار یعنی ایسی روک کہ وہ ہمارے ملک میں نہ آسکیں) اُس بادشاہ نے کہا کہ خدا نے جو مقدور مجھ کو دیا ہے وہ بہت اچھا ہے (یعنی کافی ہے محصول لگا کر روپیہ لینے کی ضرورت نہیں) پھر تم میری مدد کرو محنت کرنے سے میں بنا دوں گا تمہارے اور اُن کے بیچ میں مضبوط دیوار۔

پہلی بات اس آیت میں جو غور طلب ہے وہ یہ ہے کہ قالوا یا ذاالقرنین کس کا قول ہے۔ مفسروں کا یہ خیال ہے کہ یہ اُسی قوم کا قول ہے جو اُس جگہ ملی تھی اور جس کی نسبت کہا گیا ہے لا یکادون یفقھون قولا مگر یہ خیال ہرگز صحیح نہیں یہ قول اُن لوگوں کا ہے جو سرحد چین کے اندر اور فغفور کے ملک میں رہتے تھے اور اُسی قوم کی لوٹ مار کے بچنے کو جس کی نسبت کہا گیا ہے لا یکادون یفقھون قولا دیوار بنانا چاہتے تھے۔

دوسری چیز جو اُس بادشاہ نے علاوہ محنت کے اُن سے چاہی وہ لوہا تھا چنانچہ خدا تعالے نے فرمایا ہے آتونی زبر الحدید حتی اذا ساوی بین الصدفین

والمجم بجم الریح فیحتمل ان یکونا ملخوذین منہما واختلفوا فی انہما من ای الاقوام فقیل انہما من الترک وقیل یاجوج من الترک وماجوج من الجیل والدیلم ثم من الناس من وصفہم بقصر القامة وصغر الجثة بکون طول احدھم شبرا و منہم من وصفہم بطول القامة وکبر الجثة واثبتوا لھم مخالیب فی الاظفار واضراسا کاضراس السباع واختلفوا فی کیفیة افسادھم فی الارض فقیل کانوا یقتلون الناس وقیل کانوا یاکلون لحوم الناس وقیل کانوا یخرجون ایام الربیع فلا یترکون بھم شیئا اخضر وبالجملة فلفظ الفساد محتمل لکل ھذہ الاقسام واللہ اعلم بمرادہ ثم انہ تعالی حکی عن اھل ما بین السدین انھم قالوا للذی القرنین فھل نجعل لک خرجا علی ان تجعل بیننا وبینھم

قال انفخوا حتیٰ اذا جعله نارا قال آتونی افرغ علیه قطرا

یعنی لادو مجھ کو لوہے کے ٹکڑے۔ یہاں تک کہ جب وہ دونوں پہاڑوں میں برابر کر چکا تو کہا دھونکو یہاں تک کہ جب اُس لوہے کو آگ یعنی لال کر دیا تو اُس نے کہا مجھ کو لادو میں اُسپر ڈال دوں پگھلی ہوئی دہات یعنی تانبا یا پیتل یا سیسہ۔

یہ آیتیں نہایت صاف ہیں مگر مفسرین نے اُن کو عجیب طرح پہ بیان کیا ہی قرآن مجید میں جو لفظ زبر الحدید آیا ہی اُس کے معنی لوہے کی تختی یا لوہے کی اینٹیں قرار دیے ہیں۔ اور پھر یہ قرار دیا ہی کہ اُن لوہے کی اینٹوں کو اوپر تلے رکھکر بطور دیوار کے چُنا اور اُس کو پہاڑ کی چوٹی تک اونچا کر دیا۔ اور جب وہ پوری ہوگئی جس کی لمبائی پندرہ سو میل کے قریب تھی تو آگ جلا کر اُس دیوار کو آگ کی مانند کر دیا یعنی جیسے لوہا آگ میں جلانے سے لال مثل آگ کے ہوجاتا ہی اس طرح ساری دیوار مثل آگ کے ہوگئی۔ پھر اُس دیوار پر پگھلا ہوا تانبا ڈالا اور وہ درزوں میں بیٹھکر جم گیا اور سب مل کر لوہے کی ایک ڈال دیوار ایک ڈال مثل لوہے کے پہاڑ کے ہوگئی۔

سد اقرأ حمزة والکسائی خراجا والباقون خرجا قیل الخراج والخرج واحد وقیل هما امران متغایران وعلی هذا القول اختلفوا قیل الخرج بغیر الف هو الجعل لان الناس یخرج کل واحد منهم شیئا منه فیخرج هذا اشیاء وهذا اشیاء والخراج هو الذی یجبیه السلطان کل سنة وقال الفراء الخراج هو الاسم الاصلی والخرج کالمصدر وقال قطرب الخرج الجزیة والخراج فی الارض فقال ذو القرنین ما مکنی فیه ربی خیر فاعینونی ای ما جعلنی مکینا من المال الکثیر والیسار الواسع خیر مما تبذلون من الخراج فلا حاجة بی الیه وهو کما قال سلیمان علیه السلام فما آتانی الله خیر مما آتاکم قرأ ابن کثیر ما مکننی بنونین علی الاظهار والباقون بنون واحدة مشددة علی الادغام ثم قال

یہ تفسیر ایسی ہی جو نہ عقل میں آسکتی ہو اور نہ قرآن مجید کی آیتوں میں اس خارج از عقل کارستانی کا اشارہ پایا جاتا ہی۔ کسی طرح قرآن مجید سے نہیں پایا جاتا ہے کہ وہ دیوار لوہی کی اینٹوں سے چنی گئی تھی۔ لوہا بلاشبہہ دیوار کے بنانے میں کام میں لانیکو منگوایا گیا تھا۔ مگر یہ بات کہ اُس لوہے سے دیوار چنی گئی تھی ہرگز قرآن مجید میں نہ مذکور ہی نہ اُسکی طرف اشارہ ہی۔

یہ دیوار جو سدّ کے نام سے مشہور ہی پہاڑی ملک میں بنائی گئی تھی اور کچھ شبہ نہیں کہ پتھروں کی چٹانوں سے بنائی تھی۔ مگر پتھروں کی چٹانوں کے مضبوط کرنے اور ایک کو دوسرے سے جوڑنے کو لوہا درکار تھا اُس کی نسبت اُس بادشاہ نے کہا کہ لوہے کے ٹکڑے مجکو لا کر دو۔ اس دیوار کو بنے اکیس سو بائیس سو برس گزرے ہونگے اُس زمانے کی بہت سی عمارتوں کے نشان اور کھنڈراب بھی موجود ہیں۔ پتھر کی چٹانوں کی دیوار بنانے کا اور اسکو مضبوط کرنے کا کہ کوئی پتھر دیوار میں سے نکلنے سے نہ نکل سکے یہ دستور ہی کہ دو چٹانوں کو برابر رکھکر دونوں کے سروں کے پاس سوراخ کرتے ہیں اور اُن میں لوہے کے پاؤں

ذو القرنین فاعینونی بقوۃ اجعل بینکم و بینھم ردما ای لاحاجۃ لی فی مالکم ولکن اعینونی برجال وآلۃ ابنی بھا السد وقیل المعنی اعینونی بمال اصرفہ الی ھذا المھم ولا اطلب المال لاخذہ لنفسی والردم ھو السد یقال ردمت الباب ای سددتہ وردمت الثوب رقعتہ لانہ یسد الخرق بالرقعۃ والردم اکثر من السد من قولھم ثوب مردوم ای وضعت علیہ رقاع۔ قولہ تعالیٰ آتونی زبر الحدید حتی اذا ساوی بین الصدفین قال انفخوا حتی اذا جعلہ نارا قال آتونی افرغ علیہ قطرا فما اسطاعوا ان یظھروہ وما استطاعوا لہ نقبا قال ھذا رحمۃ من ربی فاذا جاء وعد ربی جعلہ دکا وکان وعد ربی حقا) اعلم ان زبر الحدید قطعۃ قال الخلیل الزبرۃ

لگاتے ہیں تاکہ ایک دوسرے سے جڑ جاوے اور نکالنے سے نکل نہ سکے اور اُس لوہے کے پاؤں کو جس کا ایک سرا ایک چٹان کے چھید میں اور دوسرا سرا دوسری چٹان کے چھید میں رہتا ہی آگ سے لال کر کے اُن چھیدوں میں لگاتے ہیں اور کوئی پگھلی ہوئی دہات اُن چھیدوں میں ڈال دیتے ہیں تاکہ پاؤں کے سرے چھیدوں میں جم جاویں اور پتھر نکلنے نہ پاویں اور کسی طرح بغیر دیوار کے منہدم کیے نہ دیوار میں چھید ہو سکے اور نہ کوئی پتھر ٹل سکے۔

قرآن مجید کے ان لفظوں کا کہ **حتی اذا ساوی بین الصدفین** یہ معنی سمجھنے کہ جب وہ دیوار دونوں پہاڑوں کی چوٹیوں کے برابر اونچی ہو گئی تھی صحیح نہیں ہے بلکہ **ساوی بین الصدفین** کا اطلاق دونوں پہاڑوں میں دیوار کی بنیاد کے برابر کرنے پر صادق آتا ہی اور بنیاد کو برابر کر کے اُس پر ردہ لگایا جاتا ہی۔ پس قرآن مجید کا صاف صاف مطلب یہ ہی کہ اُس نے دونوں پہاڑوں کے بیچ میں دیوار کو برابر یعنی موافق محاورہ عمارت لیول میں یعنی ہنسال میں کیا اور اُس پر جو ردہ لگایا تھا اُنہیں لوہے کے

من الحدید القطعة. تفخیمہ. قراءة الجمیع آتونی بمد الالف الا حمزة فانہ قرأ ائتونی من الاتیان وقد روی ذلک عن عاصم والتقدیر ائتونی بزبر الحدید ثم حذف الباء کقولہ شکرتہ وشکرت لہ وکفرتہ وکفرت لہ وقولہ حتی اذا ساوی بین الصدفین فیہ اضمار ای فاتوہ بہا فوضع تلک الزبر بعضہا علی بعض حتی صارت بحیث تسد ما بین الجبلین الی اعلاہما ثم وضع المنافخ علیہا حتی اذا صارت کالنار صب النحاس المذاب علی الحدید المحمی فالتصق بعضہ ببعض وصار جبلا صلدا واعلم ان ہذا معجز قاہر لان ہذہ الزبر الکثیرة اذا نفخ علیہا حتی صارت کالنار لم یقدر الحیوان علی القرب منہا والنفخ علیہا لا یمکن الا مع القرب منہا فکانہ تعالی صرف تاثیر تلک الحرارة العظیمة

پاؤں لگانے کی غرض سے کہا کہ لوہے کو پھونکو اور جب وہ مثل آگ کے لال ہو جاوے اُس کو لگاؤ اور اُس پر پگھلی ہوئی دھات ڈال دو۔ پس یہ دیوار اسی طرح پر بنی ہی جس طرح عموماً اس قسم کی دیواریں بنتی ہیں۔ عجیب بات اس میں جو ہی وہ یہی ہی کہ پندرہ سو میل کے قریب لمبی ہی اور پہاڑوں میں اور پہاڑوں کی چوٹیوں پر اور میدانوں میں اور دریاؤں پر برابر بنتی چلی گئی ہی

اس دیوار کی مضبوطی ظاہر کرنے کو خدا نے فرمایا فما اسطاعوا ان یظھروہ وما استطاعوا لہ نقبا قال ھذا رحمۃ من ربی فاذا جاء وعد ربی جعلہ دکا وکان وعد ربی حقا۔

یعنی پھر قوم یاجوج وماجوج اُس پر نہ چڑھ سکی اور نہ اُس میں نقب لگا سکی اُس بادشاہ نے کہا کہ یہ دیوار ایک رحمت ہی میرے پروردگار کی پھر جب میرے پروردگار کا وعدہ آویگا تو اُسکو ریزے ریزے کر دیگا اور میرے پروردگار کا وعدہ سچا ہی۔

ان آیتوں کی نسبت مفسرین نے محض بے سند اور افواہی کہانی آمیز روایتوں سی یہ خیال ظاہر کیا ہی کہ یاجوج وماجوج اس دیوار کے توڑنے کے درپے ہیں۔ آنحضرت

عن ابدال ان اولئك اتنا فحين عليها قال صاحب الكشاف قيل بعد ما بين السدين مائة فرسخ والصدفين بفتحتين جانبا الجبلين لانهما يتصادفان اى يتقابلان وقرئ الصدفين بضمتين والصدفين بضمة وسكون القطر النحاس المذاب لانه يقطر وقوله قطرا منصوب بقوله افرغ وتقديره آتونى قطرا افرغ عليه قطرا فحذف الاول لدلالة الثانى عليه ثم قال فما اسطاعوا بحذف التاء للخفة لان التاء قريبة المخرج من الطاء وقرئ فما اصطاعوا بقلب السين صادا ان يظهروه ان يعلوه اى ما قدروا على الصعود عليه لاجل ارتفاعه وملاسته ولا على نقبه

صلعم کے زمانے میں روپیہ برابر سوراخ کر چکے تھے۔ جب حضرت عیسیٰ آسمان پر سے اُتریںگے اُس وقت وہ اُس کو توڑ کر نکلیں گے گویا یہ وعدہ ہی خدا کا جو اس آیت میں مذکور ہے اور جب وہ نکلیں گے تو تمام دنیا کو لڑائی سے عاجز کر دینگے۔ آسمان پر تیر چلا دینگے وہ لہو بھرے آویں گے آخر کو حضرت عیسیٰ کی بد دعا سے سب مر جاویں گے۔

یہ محض بے اصل کہانیاں ہیں۔ اب اس زمانے میں تمام تاتار پر جو یاجوج وماجوج کی قوم ہی چینیوں کی عملداری ہی جو چینی ترکستان کے نام سے موسوم ہی یاجوج وماجوج یعنی تاتاری تمام دنیا میں پڑے پھرتے ہیں۔ نہ کسی کے کان بڑے ہیں اور نہ کسی کا گوشت کھاتے ہیں خاصے بھلے چنگے آدمی ہیں۔

جس طرح کہ خدا تعالیٰ جابجا فرماتا ہی کہ اخیر کو تمام چیزیں فنا ہو جاویں گی اسیطرح اس دیوار کی نسبت بھی فرمایا ہی جیسے کہ زمین کی نسبت فرمایا **کلا اذا دکت الارض دکا دکا وجاء ربک والملک صفا صفا**۔

لاجل صلابته وثخانته ثم قال ذو القرنین ھذا رحمة من ربی فقوله ھذا اشارة الی السد ای ھذا السد نعمة من اللہ ورحمة علی عبادہ او ھذا الاقتدار والتمکین من تسویته فاذا جاء وعد ربی ای اذا دنا مجیئ القیمة جعل السد دکا ای مدکوکا مستویا بالارض وکل ما انبسط بعد الارتفاع فقد اندک وقرئ دکاء بالمد ای ارضا مستویة وکان وعد ربی حقا وھھنا آخر حکایة ذی القرنین (تفسیر کبیر)

مسٹر جمیس کارکرن نے ایک چینی تاریخ کا اُردو میں ترجمہ کیا ہی اُس تاریخ میں اس بادشاہ اور اس دیوار کی نسبت جو کچھ لکھا ہی اس مقام پر نقل کرتے ہیں۔

تاریخ چین جمس کارکرن

ای چن کے بعد چی وانگ لی فغفور ہوا اور اکثر ختائی مورخوں کی روایت ہی کہ وہ ای چن کے نطفے سے نہ تھا۔ کیونکہ اُس کی ماں جب ایک مرد سوداگر سے حاملہ ہو چکی تھی تب اُس نے فغفور کے ہات اُس عورت کو بیچا تھا اور اُس شخص نے یہ حرکت اس اُمید سے کی تا کہ تمنا دل کی پوری ہووے اور اپنی اولاد کو تخت پر دیکھے اگرچہ یہ امر بعید القیاس نہیں ہی لیکن شبہ اس نقل کی راستی پر اسی جہت سے ہوتا ہی کہ علما ختا بسبب ایک سلسلے کے جو ذیل میں مذکور ہی اس کے نام پر ہزار ہا لعنتیں کرتے ہیں اور یہ فقرہ اُس کے حرامزادے ہونے کا توہین کے قصد سے اُنھوں نے طیار کیا ہی۔ غرض یہ تحقیق ہی کہ سوداگر نے فغفور ای چن سے یہ دوستی بڑھائی اور اپنی لیاقت اس طرح اسکے نزدیک ظاہر کی کہ ای چن نے خدمت وزیر اعظم کی اُسے دی۔ خیر جب فغفور نے انتقال کیا وہی لڑکا تیرہ برس کی عمر میں گدی پر جلوہ بخش ہوا اور ایسے بہادر اور مدبر فغفور گنتی کے دو تین ہی ہوئے ہیں اور ایسا ایسا کام اُس نے کیا کہ نام اُس کا قیامت تک بچا رہیگا

اعیان دولت سے ایک شخص بنام لی زی غیر ملکی تھا یعنی وطن اُس کا ریاست فغفور سے باہر دوسرے ایک سلطان کی حد میں واقع تھا جب فرمان اِس مضمون کا نکلا کہ جتنے غیر ملکی اِس ریاست میں رہتے ہیں سب اپنے اپنے وطن کو چلے جاویں تب اس لی زی نے ایسی ایک عرضی حضور میں گزرانی اور ریاست میں اغیار کے رہنے سے جو فائدے متصور تھے سب کو اس خوبی اور فصاحت کے ساتھ اس نے بیان کیا کہ فغفور نے اپنے حکم کو دوسرے ہی روز منسوخ کیا اور لی زی کو وزیر اعظم بنایا اور اسی کی صلاح سے بادشاہ نے تمام سلاطین کو

سر کیا اور شہنشاہ ختا اصل حقیقت میں ہوا۔ اس کی صورت اس طور سے ہوئی کہ پہلے کئی برس
تک فغفور نے اپنے اخراجات کو حد اعتدال پر رکھا۔ لڑائی بھڑائی سے وہ باز رہا اور خزانے
کو خوب ہی معمور کیا جب دولت بامراد حاصل ہوئی فغفور نے زرپاشی شروع کی اور سلاطین
میں زر کے وسیلے سے بگاڑ ڈلوا دیا اور جب ایک دوسرے سے لڑکر قریب تباہی کے پہنچا
اور اُس کا حریف بھی علی ہذا القیاس ضعیف ہوا تب فغفور نے کوئی بہانہ کرکے دونوں سے
یا ایک سے بگاڑ کیا اور آناً فاناً میں اُس کا ملک چھین لیا اور اسی تدبیر سے تمام سلاطین
کو اس نے بے تخت و تاج کیا اور ساری مملکت ختا کا مالک ہوا اور شہنشاہ اُسی وقت سے
کہلایا اور حالانکہ دولت و ملکیت خواہش سے زیادہ ہاتھ آئی تھی اور تبت بزرگ کی حد سے
مشرقی سمندر تک اور ملک تاتار سے بحر جنوب تک کی حکمرانی ہوئی لیکن آرام و عیش طلبی
مطلق مزاج میں نہ سمائی باوجودیکہ مکانات عالیشان اُس نے بہت بنائے اور بے غایت
تکلفات سے آراستہ کیا اور باغات میں بھی علی ہذا القیاس سامان بے پایان عیش و نشاط
کا مہیا کردیا۔ اسپر بھی یہ قاعدہ تھا کہ چند آدمیوں کو لیے پوشیدہ جاتا تھا اور احوال وہاں کے
حکام عدالت اور تحصیل اور محصل زراعت کا خود دریافت کرتا تھا اور شوق اُس کے
دل میں یہی تھا کہ مملکت ختا کا از سر نو بندوبست کرے اور قدیم فغفوروں کے رویے پر
نہ چلے اور اس ارادے سے جب دستورات قدیم سے اندک فرق کرتا تھا علمار کا شور
اُٹھتا تھا کہ فلانی بات یاؤ اور شن اور یو کے خلاف حکم کے ہے اُسکو کرنا امتناع ہے اور یہ
روک ٹوک جب فغفور کو ناگوار گزری لی زی سے اُسنے مشورت کی اور وزیر نے تمام کتب
قدیم کو جمع کرکے آگ لگا دینے کی صلاح دی اور یہی بات وقوع میں آئی اس سبب سے تاریخ
ختا کے اکثر مقامات میں اغلاق واقع ہوا ہے اور بہت سے احوال کو مورخوں نے فقط یاد دی

لکھا ہی اور یہ حرکت ختائی علما اور شعرا کو ایسی بُری معلوم ہوئی کہ چی وانگ ٹی اور شیطان میں اُنھوں نے فرق نہیں کیا اور ولد الزنا ٹھہرانے کے علاوہ ابلیس مجسم کا لقب اُس کو دیا ہی حقیقت میں اُن کی ہجو بے سبب تھی کیونکہ ایک تو کتب قدیم کے نقصان کرنے اور سب فاضلو کے گھر سے کتابیں جبراً منگواکے جلادینے کی حرکت اُس نے کی ہی تھی علاوہ اس کے چارسو ساٹھ علما کو اسی قصور پر اُس نے جیتا گڑوا دیا کہ اپنے اپنے کتبخانے کو بادشاہ کے پیادوں کے حوالے اُنھوں نے نہیں کیا تھا سوا اسکے اُسنے خوف فغفور کو یہ تھا کہ اگر زندہ رہینگے تو حافظے سے اُن کتابوں کو پھر لکھیں گے اور ہمکو عاجز کرینگے غرض طیش میں آکر چی وانگ ٹی نے یہ خون ناحق کیا اور بیرحم اور سنگدل اور خونخوار بجا کہلایا۔ لیکن ان عیبوں کے ساتھ اتنا تھا کہ ختا میں اگر پانچ چار فغفور متواتر اسی طرح کے ہوتے تو واللہ اعلم کیا کیا وہ نہ کرتے اور کس کس ملک کو وہ عمل میں نہ لاتے۔ القصہ جب کشت وخون اور لڑائی بھڑائی سے فارغ ہوا اور انتظام ملک کا تردد کرچکا ہمیشہ جینے اور باقی رہنے کی ہوس اُسکے دلمیں ازبس پیدا ہوئی اور اس خیال باطل کو خوشامدیوں نے ترقی دی آخرالامر چند نوجوان مرد اور عورتوں کو اُس مشرقی سمندر کیطرف روانہ کیا اسلیے کہ سُن چکا تھا کہ اُدھر کے جزیروں میں ایک جزیرہ ایسا تھا کہ وہاں کے چشمہ کا پانی جسنے پیا مرگ اُس کے نزدیک نہیں آئی غرض وہ لوگ گئے اور پھر آئے اور اُن کا بیان یہ تھا کہ مشرقی سمندر میں طوفان نے آگے بڑھنے نہیں دیا لیکن ایک مرد کا جہاز چونکہ طوفان میں بحر سے الگ ہوگیا تھا اُسنے چندے بعد آنکر یہ فقرہ سُنایا کہ منزل مقصود تک پہنچا تھا لیکن چشمہ اس ایام میں جاری نہ تھا۔ غرض اس کے ہات ایک کتاب آئی تھی جسمیں یہ بات اس نے لکھی پائی کہ چین کا گھرانا اُس خاندان کے ہات سے تباہ ہوویگا جسکا نام ہو کے لفظ سے شروع ہی۔ اس واہیات بات کے اعتبار پر فغفور نے فوراً جنگ کا سامان طیار کیا اور چونکہ ایک قوم تاتار کا نام ہوانگ نو تھا اور پہلے حروف ہو تھے دفعتاً اُن کے

ملک پر چڑھ گیا اور چونکہ اچانک جا پہنچا اور سب کو بے فکر پایا اس سبب سے اُن کو پائمال کیا والا
اگر پیشتر سے خبر اُن کو ملتی تو شاید شکست نہوتی بلکہ غالب تھا کہ وہ تاتار خونخوار فغفور کو نہایت تنگ
کرتے کیونکہ وے بڑے جنگی اور صحرا کے رہنے والے تھے اور لوٹ و تاراج سے اُن کی اوقات
اور شکار پر اُن کی گزران تھی اور ہر وقت گھوڑوں پر سوار ہات میں تیر کمان تلوار لیے خونخوار
بنے رہتے تھے اگرچہ وہ بھی قوم ختا سے تھے چنانچہ بعض مورخ کہتے ہیں کہ شہزادہ چینکوی خاندان
ہیا کے تباہ ہونے سے صحرا تاتار میں جا چھپا تھا اور بعض کا بیان ہی کہ اُسی ہیا یعنی یو کے
گھرانے کا وہ شہزادہ باپ سے روٹھ کر صحرا میں چند آدمیوں کو لیے چلا گیا تھا وہی جد اُن لوگوں کا
تھا لیکن صحرا کی آب و ہوا کی خاصیت اور قنات کے نیچے بود و باش کرنے اور کچے گوشت
کھانے اور رات دن کمر بندھے رہنے کی عادتوں نے اُن کو ایسا مضبوط بنایا تھا کہ شہری
ختائیوں سے اور اُنسے کچھ نسبت باقی نہ رہی اور اُنکا گروہ ایک دوسری قوم ہوگئی اور یہی لوگ
تھے کہ کسرےٰ اور سکندر بھی اُنکی بہادری اور مضبوطی اور سپہ گری کے قائل ہوے اور اُنسے باج
نہ لے سکے اور اسی قوم کے پہلوانوں سے رستم اور اسفندیار کا مقابلہ ہوا اور افراسیاب بھی
تاتاری تھا۔ یہ لوگ تیراندازی اور تلوار کے دھنی تھے اور اُنکے گھوڑے بجلی تھے اور اُن سے جب
کسی سے بگڑتی تھی دشمنوں کو لاکھوں گھوڑوں کی ٹاپوں سے روند ڈالتے تھے اور غنیم پر دفعتاً
ایسے جا پڑتے تھے کہ اُن لوگوں کو صبر کرنیکی فرصت نہیں ملتی تھی گویا اجل سامنے موجود ہوجاتی
تھی اور اُنکی رکاوٹ نہ دریا نہ جنگل نہ کوہستان کسی سے ممکن تھی۔ حاصل کلام تاتاری رسالوں
میں ہر شخص ایک شہسوار خونخوار تھا اور ان لوگوں نے سیکڑوں تختوں کو اُلٹ دیا اور جو سامنے
پڑا خواہ دشمنی کی راہ سے خواہ لوٹ تاراج سے وہ بچ کے نہیں گیا۔ الغرض چونکہ ان کا حال اسی
جلد کے تیسرے دفتر میں طوالت کیساتھ ہی یہاں پر اتنا ہی بیان کا موقع تھا کہ نتیجہ غفلت کا معلوم ہوے

کہ غافل رہنے سے ایسے تاتار خونخوار بھی مارے گئے القصہ چی وانگ ٹی باوجود اس شکست دینے کے خوب جانتا تھا کہ یہ قوم موقع پاکر انتقام ضرور لے گی اور تا وقتیکہ بدلہ اور عوض معقول نہووے اس شکست کی یاد ہمیشہ دل کو صدمہ پہنچائیگی اس سبب سے اُسنے دیوار ختا کی بنا کی جس کا تمام احوال عاصی نے جلد اول کے دوسرے دفتر کے چودھویں باب کے چار سو ۹۴ صفحے میں بیان کیا ہی۔

سنتیس ۳۷ برس اُسنے سلطنت کی اور اُس کے ایام انتقال کو مورخوں نے ۲۱۰ قبل مسیح قرار دیا ہی۔

ذکر بناے دیوار

یہ دیوار قریب آٹھ سو کوس کے لمبی ہی اور سرحد ختا اور تاتار پر واقع ہی اور وجہ اُسکی تیاری کی یہ ہوئی کہ جب قوم تاتار نے اُس طرف سے باربار یورش کر کے ختائیوں کو سخت عاجز کیا اور کوئی تدبیر ان کو ضبط کرنیکی نہیں سوجھی تب اُس دیوار کی بنا کی گئی اور ففغور چلینگ وانگ ٹی نے دو سو چالیس برس قبل حضرت عیسیٰ کے اسے شروع کیا اور عرصہ قلیل یعنی صرف پانچ برس میں یہ تمام ہوئی اور حال اُس کا یہ ہی کہ نہ پہاڑ نہ دریا کوئی مانع اُسکی ساخت کا ہوا اور آٹھ سو کوس تک جو موانع سامنے آئے سب کو دفع کرتی ہوئی یہ دیوار اپنی منزل مقصود تک پہنچی ہی اور کئی مقام پر آدہ آدہ کوس کے اونچے پہاڑوں کی چوٹی پر سے یہ دیوار کھینچی ہوئی ہی اور بعض جگہ بڑے بڑے دریاؤں پر پلوں کے اوپر سے بہہ گئی ہی اور زیادہ تکلف یہ ہی کہ سمندر کے بیچ سے شروع اس طرح پر ہوئی ہی کہ صدہا جہاز پتھروں سے لدے ہوئے ڈبا دیے گئے اور اُسپر اُسکی بنیاد قائم ہوئی ہی اور آٹھ سو کوس تک تیس گز اونچی اور اسقدر چوڑی ہی کہ چھ سوار پہلو بہ پہلو فراغت سے اُسپر گھوڑا دوڑا سکتے ہیں اور سو سو قدم پر دو منزلہ اور سہ منزلہ برج بنے ہوئے ہیں اور

جب تک کہ تاتاریوں نے اپنی دولت کی بنا ختا میں نہیں ڈالی تھی تب تک ہزاروں توپیں اُن پر چڑھی رہتی تھیں اور دس لاکھ فوجوں کی تقسیم تمام برجوں میں تھی۔ غرض جب سے قضای فلکی سے وہی لوگ جنکی یورش کے سبب سے یہ دیوار بنی تھی ختا کے مالک ہوئے تب سے وہاں کی فوج موقوف ہوئی اور برج و دیوار بے مرمت رہنے لگی۔ مگر کئی باتیں عجیب و غریب اس دیوار کی ساخت میں ہوئیں کہ ختائیوں کی حکمت اور قدرت اور مستقل مزاجی کی دلیلیں ہیں چنانچہ اول یہ کہ معماری کے سرانجام اور بڑے بڑے تختے پتھروں کے ان لوگوں نے آدہ آدہ کوس کے بلند پہاڑوں پر پہنچائے جہاں چڑھنے کا کوئی سہارا نہیں معلوم ہوتا اور کڑاڑے کی بلندی ایسی ہی کہ آدمی کی چڑھائی ناممکن نظر آتی ہی۔ اور دوسری بات تعجب انگیز یہ ہی کہ سمندر میں جہاں تھاہ کم اور جوش و خروش بحر دھار کا زیادہ ہی وہاں کس طرح سے نیو ڈالی گئی کہ دو ہزار برس سے ہلی نہیں باوجودیکہ ختا کے سمندر میں ایسا طوفان دس بیس دفعہ ہر سال میں آتا ہی کہ صدہا جہاز اور تخمیناً بارہ چودہ ہزار آدمی سالانہ ان ہی طوفانوں میں ہلاک ہوتے ہیں اور زور و شور ہوا کا ایسا ہوتا ہی کہ ایک انگریز ناخدا بہت تجربہ کار اور عقلمند کا بیان اس طور پر ہی کہ اگر یہ ممکن ہوتا کہ ایک ہی جہاز کی گلئی پر دس ہزار کرنا اور دس ہزار نقارے دفعتاً بجائے جاتے تو اُسی جہاز کی پتوار پر سوا طوفان کے غل اور شور کے اُن کرناؤں کی آواز کوئی شخص نہیں سن سکتا۔ الغرض جس سمندر میں ہر سال دس میں مرتبہ یہ قیامت برپا ہوائیں ہیں اُس دیوار کا قیام عجائبات سی ہے۔ تیسری بات یہ باوصفے کہ آدھی خلقت سے زیادہ اُسکی طیاری میں مطابق فرمان کے ہر وقت حاضر رہتی تھی لیکن پانچ برس کے قلیل عرصے میں اس دیوار کا تمام ہونا تعجبات سے ہی۔ کیونکہ جب ایک انگریز سیاح نے حساب کیا تو دیکھا کہ اس دیوار کے فقط برجوں کی ساخت میں اس قدر اسباب معماری کا صرف ہوا ہی کہ تمام انگلستان کی ہر طرح کی عمارتوں میں جو خرچ ہوا ہی شاید اُس کے مقابلے میں بہت کم نکلیگا اور

منصفی شرط ہی کہ تمام دیواریں کس قدر اسباب صرف ہوا ہوگا۔ اور چوتھی بات حیرت افزا یہ ہی کہ جس ناکے پر یہ پہنچی ہی وہاں سے منزلوں تک نہ بستی نہ انسان کی نشانی تھی اور آٹھ سو کوس تک فقط صحرا اور کوہستان اور جنگل تھا اور وہاں پر اس کارخانے کے لیے لازم ہوا ہوگا کہ سیکڑوں کوس سے مزدوروں اور کاریگروں کے لیے رسد اور دیوار کے لیے سرانجام آوے اور اس وجہ سے مشکلیں دو گنی ہوئی ہوں گی۔ لیکن ختائیوں کی حکمت اور استقلال اور ثابت قدمی سب موانع پر غالب ہوئی اور ایک نشانی ایسی رہ گئی ہی کہ روئے زمین پر کوئی یادگار انسان کی اولوالعزمی کی اس کے مقابلے میں نہیں ہی۔ بجز اُس نہر بزرگ کے جو ختا میں تین سو بیس کوس تک بنائی گئی ہی اور جس کے لیے قبلا خاں چنگیز کے پوتے کی عقل اور ختائیوں کے علم اور ثابت قدمی پر لاکھہ درود بھیجنا مقتضائے انصاف ہی۔ انتہیٰ۔

یہ بات کچھ کم تعجب کی نہیں ہی کہ سکندر کی نسبت بھی کہا گیا ہی کہ جو اُس کا باپ مشہور تھا وہ اُس کا بیٹا نہ تھا۔ اسی طرح چی وانگ ٹی کی نسبت بھی کہا گیا ہی کہ وہ اپنے مشہور باپ کا بیٹا نہ تھا۔

سکندر کی نسبت بھی کہا گیا ہی کہ اُس نے آب حیات کی تلاش کی تھی اور چی وانگ ٹی کی نسبت بھی آب حیات کا ڈھونڈھنا مذکور ہوا ہی۔

اور اسی لیے شبہ ہوتا ہی کہ چی وانگ ٹی کے حالات کو سکندر کے حالات میں ملا دیا ہی۔

چین ایسا ملک تھا کہ اگلے زمانے میں بہت کم اُس کی تاریخ معلوم تھی اور ظاہراً یہی سبب ہوا ہی کہ مورخوں اور مفسروں کو سد کا مقام بتلانے اور اُس کے بننے کے حالات بیان کرنے میں دھوکا پڑا ہی۔"

حکمت عملی۔ مصنفہ مولوی سجاد میرزا بیگ صاحب دہلوی۔ اس کتاب میں ایک مقدمہ اور تین مقالے شامل ہیں۔ جن میں اخلاقی و تمدنی مضامین حسب ذیل درج ہیں۔

تہذیب اخلاق۔ علم کی فضیلت۔ علم کے فوائد اور ضرورت، تعلیم نسواں، مذہب پر فلسفیانہ بحث، اُصول صحت کا بیان، رنج و راحت کی کیفیت، امراض نفسانی کا ذکر، ادب و طاعت کے فوائد، ماں باپ کے احسانات، قومی محبت، رسومات شادی، انتخاب زوجین۔ پرورش و تربیت اولاد، بچوں کے عادات و خصائل کی درستی، آیندہ نسلوں کی ترقی کے اسباب، اکتساب دولت کے طریقے۔ کفایت شعاری کے اُصول، سیاست مدن، سلطنت قانون اور عدالت کی ضرورت، حفاظت حقوق اور آزادی کی کیفیت، وفاداری اور فرائض کی نگہداشت، صنعت و حرفت، تجارت، زراعت اور ملازمت پر مدلل بحث کے بعد تدابیر ترقی کا بیان، رسم و رواج، قومی عزت اور ترقی و تنزل کا ذکر ہی، خاتمۂ کتاب میں موت کا خوف، موت کی تکلیف اور اُسکی حقیقت بیان کی گئی ہی۔ الحاصل یہ کتاب فلسفۂ عملی پر نہایت مبسوط اور جامع ہی۔ اُردو میں اس فن پر کوئی کتاب ایسی جامعیت سے نہیں لکھی گئی ہی۔ عبارت شستہ لکھائی چھپائی عمدہ قیمت ...... ے ۱

فن شاعری۔ اس کتاب میں شاعری پر باعتبار نئے اور پرانے خیالات کے بحث کی گئی ہی اور ہر قسم کے مذاق کا نمونہ دیا ہی۔ نیز فن شاعری اور اُس کے اُصول پر نہایت عالمانہ بحث کی ہی۔ شروع میں ایک انڈکس ہی جس میں تمام شعرائے ماضی و حال کا نام جنکا ذکر اس کتاب میں ہوا ہی، حروف ابجد کے سلسلے میں لکھے گئے ہیں۔ مرتبہ میرزا سلطان احمد صاحب اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر (پنجاب) کاغذ ولایتی قیمت عہ/

حیات انیس۔ فردوسی ہند جناب میر انیس مرحوم کے حالات زندگی جس میں اُنکا شجرۂ نسب اُن کی پیدایش، تعلیم و تربیت، اور اُن کے دربار، اُن کی مجالس وغیرہ کا ذکر ہی اور اُن کے

ہر قسم کے کلام کی خوبیاں بیان کرکے دوسرے شعراء کے کلام سے موازنہ کیا گیا ہی اور شروع میں میرانیس مرحوم کا نہایت خوشنما فوٹو شامل ہی۔ مرتبۂ مولوی سید امجد علیصاحب اشہری قیمت عمـ

مثنویات میر حسن۔ یعنی میر حسن دہلوی کی مشہور مثنوی سحر البیان المعروف بہ بنظیر و بدر منیر اور ایک دوسری مثنوی گلزار ارم مع ایک دلچسپ مقدمے کے مطبوعہ مخزن پریس دہلی کاغذ ولایتی ٹائٹل رنگین و سنہرا قیمت عہ/

مرزا پھویا علی گڑہ کالج میں۔ یعنی ایک دلچسپ و نتیجہ خیز نظم نوشتہ سید سجاد حیدر صاحب بی۔ اے۔ سابق طالب علم علی گڑہ کالج۔ قیمت ا/

منازل السائرہ۔ مصنفہ مولوی عبدالراشد صاحب دہلوی جس میں مستورات کی زندگی کی مختلف منازل پر بحث کی گئی ہی۔ اس کتاب کی پہلی اڈیشن بوجہ مفید اور مقبول عام ہونے کے بہت جلد ختم ہوگئی۔ اور مانگ برابر جاری تھی۔ اسلیے مخزن پریس دہلی میں نہایت اہتمام کے ساتھ دوسری مرتبہ پھر طبع ہوئی ہی، کاغذ ولایتی سفید، ٹائٹل رنگین مع نقرئی خوشنما بیل کے۔ تعداد صفحات کتاب ہذا (۲۹۰) قیمت علاوہ محصول عہ/

حیات حافظ۔ جس میں لسان الغیب خواجہ حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کے حالات بیان کیے گئے ہیں اور اُن کی شاعری پر نہایت تفصیل کے ساتھ بحث کی گئی ہی۔ آخر میں بہت سی حیرت انگیز فالیں درج کی گئی ہیں۔ مصنفہ مولوی حافظ محمد اسلم صاحب جے راج پوری قیمت عہ/

ملنے کا پتہ

سید ولایت حسین بی۔ اے آنریری منیجر بکڈپو مدرسۃ العلوم علیگڑھ

آخری درج شدہ تاریخ پر یہ کتاب مستعار لی گئی تھی مقررہ مدت سے زیادہ رکھنے کی صورت میں ایک آنہ یومیہ دیرانہ لیا جائے گا۔

کتب خانہ
جامعہ عثمانیہ

۱۔ اراکین مجلس اعلیٰ، مجلس [illegible]، مجلس انتظامی و
شعبہ جات و نصابات پانچ کتابیں ایک ماہ کیلئے اپنے پاس رکھ سکینگے۔

۲۔ اساتذہ جامعہ عثمانیہ و کلیات ملحقہ و گریجویٹ عہدہ داران جامعہ
اور اراکین دارالترجمہ دس کتابیں ایک ماہ کیلئے اپنے پاس رکھ سکینگے۔

۳۔ طلبا ایم اے، ایل ایل بی [illegible] اپنے پاس رکھ سکینگے۔
کے طلبہ تین کتابیں دو ہفتہ تک اپنے پاس رکھ سکینگے۔
طلبہ پانچ کتابیں [illegible]

۴۔ مدت مقررہ پر کتابیں واپس نہ ہوں تو طلبہ سے حساب
ایک آنہ یومیہ فی کتاب جرمانہ لیا جائیگا۔

۵۔ بشرط موقع کتابیں گھر کو جاری کی جا سکینگی مگر اس غرض کے
لئے کتب خانہ میں کتاب کا لانا لازم ہے۔

۶۔ کتابیں گم یا خراب ہو جائیں تو مستعیر پر ذمہ داری
عائد ہوگی۔

۷۔ کتابوں پر کسی قسم کا نشان بنانا یا ان پر [illegible]
[illegible] جاسکتا ہے۔

۸۔ قلمی نسخے اور حوالے کی کتابیں
جاری نہ کی جا سکینگی۔ فقط